پاکستانی مدارس کا نظام تعلیم اور معاشرے پر اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Effects of Pakistani Madrasas on the Education System and Society

Dr. Qaria Nasreen Akhtar

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,

Bahauddin Zakariya University Multan

Email: drqarianasreenakhtar@gmail.com

To cite this article

Dr. Qaria Nasreen Akhtar Vol.4 Issue.2 , July – Dec (2023) Urdu

پاکستانی مدارس کا نظام تعلیم اور معاشرے پر اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Effects of Pakistani Madrasas on the Education System and Society

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 160 - 195. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

پاکستانی مدارس کا نظام تعلیم اور معاشرے پر اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Effects of Pakistani Madrasas on the Education System and Society

Abstract

The survival of mankind is connected with education. Every religion of the world considers education to be the guarantee of the survival of human society. Islam, the highest constitution of humanity, also declares knowledge as the source of human guidance, in which it was ordered to conquer the universe with pen and knowledge. Since knowledge is a smooth flow which has no edge, therefore knowledge of knowledge also has no end. Knowledge has no dimension because it dominates all the preferences of human life. Every social, economic, spiritual, psychological aspect is within the reach of human knowledge. Therefore, every form of knowledge is organized and coherent and not a manifestation of disagreement. The primary purpose of madrasahs for the promotion of Quranic and religious education is to protect religion. Literacy and education are being promoted in the country. Tributes are paid to the greatness of madrasahs for the basic needs of the children of the weaker sections, Quranic education and religious education. Even today, Muslims, whether from the upper class or the weak, all give the same status to the president of the Qur'an as they do today. Centuries ago during the era of President I. As far as the benefits of religious education are considered, there are also social effects on the people who receive religious education. Most of the students of the religious schools belong to the poor class. What are the effects on their personalities in the eyes of the society, these effects will be mentioned in detail in this paper.

Key words: Religious Schools, Social Effects, Quranic Education, , Role, Capacity, Utilization.

کلیدی الفاظ: دینی مدارس، سماجی اثرات، قرآنی تعلیم، کردار، صلاحیت، استفادہ۔

تمہید

انسانیت اور دینی تعلیم چولی دامن کا ساتھ ہے۔انسان کو تخلیق کرنے کی وجہ ہی دینی تعلیم اور امور سے آگہی حاصل کرنا تھا۔دینی تعلیم کی بنیاد پر ہی وہ معاشرتی نظم وضبط کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل قرار پایا ہے کیونکہ انسانی معاشرے کی بقااور ترقی کا تعلق فروغ علم سے ہی رہا ہے۔لہٰذا اسلام کا تصور ہی دینی تعلیم سے منسلک ہے کیونکہ انسان کی تخلیق کا آغاز ہی علم سے ہوا تھا اور آغاز وحی کا بنیادی مضمون ہی قرأت وخواندگی، تعلیم بالقلم اور نامعلوم کو جاننے کی جستجو ہے۔دینی تعلیم کا تعلق انسان کی ذہنی نشوونما سے ہے اس ذہنی نشوونما سے اس کے خیالات کو ترقی ملتی ہے اور پھر یہی علم انسان کے خیالات کو خارجی وجود بھی بخش دیتا ہے کیونکہ آج کل جتنے بھی سائنسی علوم دنیا میں موجود ہیں ان کا تصور دین اسلام نے تقریباً 1400 سال پہلے ہی دے دیا تھا۔ چنانچہ اس قرآنی علم سے ہی قرآنی علم کے دائرہ کار کی تفہیم کے لیے علوم وفنون کی اصطلاحات وضع کی گئیں۔ زیر نظر تحقیقی مقالہ میں دینی مدارس میں قرآنی تعلیم کے اثرات پر مشتمل ایک جائزہ ہے۔اس مقالہ میں قرآنی تعلیم اور اس کے اثرات سے مربوط عناصر کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدارس کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مدارس کے تدریسی نظام کی خوبیاں اجاگر کرنے کے ساتھ ان پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی جائے جن کے تحت دینی مدارس اپنے مثبت اہداف کے حصول اور اسلامی اقدار کے فروغ کی خاطر عصری تقاضوں کے مطابق اپنا جامع اور مؤثر کردار معاشرے کی سطح پر ادا کر سکیں۔

دینی مدارس کا تاریخی و تعلیمی کردار

دینی مدارس کی وجہ سے دین اسلام کو بے حد تقویت ملی ہے۔ دنیا کے ہر گوشے میں کروڑوں کی تعداد میں مساجد ومدارس اور اسلامی مراکز آباد ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے میں دینی مدارس سے بڑھ کر کسی بھی ادارے یا نیٹ ورک کا نام نہیں لیا جاسکتا ہے۔آج دین کی سربلندی مدارس دینیہ ہی کی وجہ سے ہے۔دینی مدارس کی تعلیم کبھی اور کسی دور میں ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ صدر اول نے اپنے عہد مبارک میں مسجد نبوی میں مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کو ''صفہ'' کہا جاتا تھا۔مدارس دینیہ کا سلسلہ امت میں وراثت کے طور پر متواتر چلا آرہا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے تمام غیر انسانی امتیازات ختم کرتے ہوئے اللہ کی تعلیمات کو انسانی حیات کا ''کامل نصاب'' قرار دے کر اس میں تعلیم وتربیت کے سلسلے کی بنیاد رکھی۔ مختلف ادوار میں یہ سلسلہ چلتا رہا۔انبیاء کرام علیہ السلام سے آج تک کے علماء نے تعلیم کے سلسلہ کو عالمی سطح پر فروغ دیا اور دنیا کے ہر گوشے سے آنے والے ہزاروں شاگردوں کو علم وحکمت اور فنون ورموز سکھائے۔آپ ﷺ کی درس گاہ میں حصول علم ومعرفت کے لیے نسلی امتیاز اور لسانی تعصب سے پرہیز کیا جاتا تھا بلکہ ہر طالب علم کی علمی پیاس اس درس گاہ سے بجھ جاتی تھی۔ماضی میں دینی مدارس نے ہی علمی ترقی کی بنیاد رکھی ہے اور متعدد علوم عقلی،علوم نقلی،فنون نیز جدید علم کی بنیاد رکھی ہے۔جب تک علوم وفنون کی ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک علوم کی تقسیم بندی نہیں کی گئی تھی دین اور دنیا کا جدا تصور بالکل نہیں پایا جاتا تھا۔لیکن کلیسا سے بغاوت کے نتیجے میں مغرب نے اپنی فرسودہ تاریخ وتمدن کو خیر باد کہہ کر علم وفن کی ڈور کو سنبھال لیا تو انہوں نے علم کو مذہب اور دنیا کے نام پر تقسیم کردیا اور مذہبی علوم کو اپنے تعلیمی مراکز سے جدا کردیا۔ یہاں بھی دینی اور دنیوی تعلیم جیسی اصطلاحات وجود میں آئیں۔اس کا نتیجہ دونوں طرف سے شدت پسندی کی صورت میں سامنے آیا۔یعنی دینی تعلیم نے دنیوی تعلیم کی مکمل نفی کی۔ جس کی وجہ سے دو نظام سامنے آئے۔ جن کے اہداف، ترجیحات،اقدار اور تعلیمی ثمرات سب جدا جدا ہیں۔یوں ہمارا معاشرہ دو جدا شدت پسند نظام کے درمیان پھنس گیا ہے۔جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ نامکمل ہے۔اگرچہ ہر ایک اپنے آپ کو کامل تصور کرتا ہے۔

پاکستان میں مختلف مسالک کے مدارس ہیں اور ان میں لاکھوں طلباء زیر تعلیم ہیں۔اس طرح قومی سطح پر شرح خواندگی کو بڑھانے میں مدارس دینیہ بھی اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ان مدارس سے فارغ التحصیل طلباء وطالبات کی کثیر تعداد ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دینی، فلاحی اور تعلیمی میدانوں میں اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور کثیر تعداد میں طلباء مزید اعلیٰ تعلیم کی خاطر بیرونی ممالک جیسے مصر، سعودی عرب، شام، لبنان، ایران، عراق، بغداد بھی جاتے ہیں۔

پاکستان میں دینی مدارس کی اہمیت

نوع انسانی کی بقاء تعلیم کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ تعلیم نے انسان کو شرف انسانیت پر فائز کیا دنیا کا ہر مذہب تعلیم کو انسانی معاشرہ کی بقاء کا ضامن مانتا ہے۔انسانیت کا اعلیٰ ترین دستور اسلام بھی علم کو ہدایتِ انسان کا سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ جس میں قلم اور علم سے کائنات کو تسخیر کرنے کا حکم دیا گیا۔ علم چونکہ

ایک سہل رواں ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں لہٰذا تحصیل علم کی بھی کوئی انتہاء نہیں۔ علم کی کوئی جہت نہیں کیونکہ یہ حیات انسانی کی تمام ترجیہات پر حاوی ہے۔ معاشرتی، اقتصادی، روحانی، نفسیاتی ہر پہلو انسانی علم کی دسترس میں ہے۔ لہٰذا علم کی ہر صورت منظم و مربوط ہے نہ کہ اختلاف کا مظہر علمی۔

پہلا مرحلہ: اسلام میں تحصیل علم کا پہلا چشمہ صفہ کا چبوترہ ہے جو بلا تخصیص رنگ و نسل، ذات برادری یا عربی عجمی کی تفریق کے بغیر علم کا منبع رہا۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ہی سے دینی مدرسہ ''صفہ'' کے نام سے وجود میں آگیا تھا اور پھر یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ علم کے نور سے روشناس کروانے کے لیے رسول پاک ﷺ آیات قرآنیہ کی صورت میں پیغام سناتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.[1] ''کیا علم جاننے والا اور نہ جاننے والا کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟'' يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ.[2] ''تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرما دیتا ہے''۔ علم عبادت ہے جو محض روزی کا ذریعہ نہیں۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ [طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم][3] ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔ علم کی مختلف جہتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دینی تعلیم کے لیے قرآن، حدیث اور فقہ کو سیکھنے پر زور دیا مگر اس کے ساتھ آپ ﷺ نے ریاضی، طب، نجوم اور علم انساب سیکھنے کی بھی تلقین فرمائی تا کہ کاروبار زندگی رواں دواں رہے۔ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی روایت ہے کہ اسی مقصد کی خاطر جسم اور دفاع کی مضبوطی کے لیے آپ ﷺ نے ورزش، تیر اندازی اور تیراکی جیسے مفید مشاغل کی جانب رغبت دلائی۔[4] تحصیل علم کے اثرات کا اندازہ عہد نبوی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب غزوہ بدر کے نادار قیدی فدیہ ادا کرنے سے قاصر رہے تو آپ ﷺ نے ان کی رہائی کے لیے ہر ایک شخص پر دس مسلمان بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی شرط عائد کی اس پُر حکمت فیصلے سے چند ماہ میں ہی سینکڑوں مسلمانوں کو دولت علم سے سرفراز کر دیا۔[5]

دوسرا مرحلہ: ہجرت مدینہ کے بعد مساجد کو علمی درسگاہ کا مقام حاصل ہو گیا۔ طالبانِ علم حلقوں کی صورت میں کسب فیض کرتے مگر حلقوں میں تعداد کے اضافہ کی وجہ سے مساجد کے نظم و نسق پر اثر پڑا تو مساجد سے ملحقہ ادارے قائم کیے گئے جن سے مدارس دینیہ کی بنیاد پڑی۔ ان مدرسہ جات کے طلباء جو لفظ ''الکامل'' سے مصروف تھے کو مختلف علوم پر دسترس حاصل ہوتی۔ یہ طلباء ایمان، جرات، صبر و برداشت، اعلیٰ ظرفی، ایفائے عہد اور خواتین کے لیے عزت و احترام جیسی اعلیٰ صفات سے متصف ہوتے۔ اس کے علاوہ ریاست کے انتظام و انصرام اور اہل دفاع جیسی خصوصیات سے بھی آراستہ کیا جاتا۔ خلافت راشدہ اور اسلامی دورِ عروج میں درسگاہیں اسلامی معاشرے کا طرہ امتیاز تھیں۔ جبکہ اس وقت یورپ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور مسلم معاشرے کے مدرسہ جات اس وقت جدید ترین طریقہ تدریس سے آراستہ تھیں، جہاں مسلم طلباء کی ہمہ جہت پہلوؤں سے کردار سازی ہو رہی تھی۔[6] دینی مدارس کے توسط اور اعلیٰ اسلامی نظام تعلیم سے طلباء دنیوی تربیت بھی حاصل کرتے تھے کہ آخر کار جمود و تقلید کو ختم کرنا تھا۔ لہٰذا نوجوان نسل نے تقلید کو ختم کرنا شروع کیا اس طرح نئی سوچ پروان چڑھی۔

---

[1] القرآن، ۳۹:۹

Al_Quran,39: 9

[2] القرآن، ۵۸:۱۱

Al_Quran,58: 11

[3] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن، باب فضل العلماء، دار احیاء الکتب العربیہ مصر، ۱۹۵۳ء، ج ۱، ص ۸۱، حدیث نمبر ۲۲۴

Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid al-Qazwini, Sunan, Bab Fazl al-Ulama, Dar ahiya al-Kitab al-Arabiya Misar, 1953, vol. 1, p. 81, Hadith Number 224

[4] السمہودی، وفاالوفا باخبار دار المصطفیٰ، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۷۴ھ، ج ۱، ص ۱۵

Al-Samhoudi, Wafa-ul-wafa ba ikhbar Dar al-Mustafa, Matabat al-Saada Misr, 1374 AH, vol.1, p. 15

[5] شیخ محمد رضا، محمد رسول اللہ، تاج کمپنی لاہور (س۔ن)، ص ۳۲

Sheikh Muhammad Raza, Muhammad Rasulullah, Taj Company Lahore, p. 32

[6] قمر الدین، ڈاکٹر، ہندوستان کی دینی درسگاہیں، مکتبہ اسلامیہ دہلی، ص ۱۳۳

Qamaruddin, Dr., Hindustan main Deeni Darsghahain, Maktaba Islamia Delhi, p. 133

تیسرا مرحلہ: مسلم درسگاہیں اپنی عظمت کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے تیسرے مرحلے میں دورِ اکبری میں داخل ہوتی ہیں۔ جس میں علم طب اور علم ہیئت جیسے سائنسی علوم بھی نصاب کا حصہ ہیں۔ پاکستان کا موجودہ مدرسہ کا نظام انہی دورِ درخشندہ روایات کا تسلسل ہے۔[7] برصغیر میں تعلیمی نظام کی بناء محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ ہی ڈالی جا چکی تھی۔ علمی ترقی عروج کو پہنچنے کے بعد محمود غزنوی کے دور میں مزید ترقی پا رہی تھی۔ پھر اس کے بعد غوری اور قطب الدین ایبک نے مدارس کے نظام کی داغ بیل ڈالی۔ مسجدوں کو دینی و دنیوی تعلیم کا مرکز بنا دیا گیا۔ بلکہ امراء کی حویلیاں چوپال اور خانقاہیں بھی اس کارِ خیر میں ایک اہم ستون کا کام دے رہی تھیں۔ اسی طرح تغلق، لودھی، خلجی سلاطین کی علم دوستی ضرب المثل تھی۔[8]

زیرِ نظر مقالہ پاکستانی مدارس کا نظام تعلیم اور معاشرے پر اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز طلبہ و طالبات اور جامعات کی کردار سازی پر مرتب ہونے والے مختلف معاشرتی و معاشی اور نفسیاتی اثرات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے حصول کے لیے بنیادی ادارہ مدرسہ ہے کیونکہ معاشرے کو دینی تعلیم سے مدارس نے ہی سیراب کیا اور افراد کی ایسی تربیت کی جس کی وجہ سے معاشرتی زندگی کو عروج ملا۔ رہن سہن اور گفتار کو ایسی نزاکت ملی جسے آنے والی دنیا کبھی نظرانداز نہیں کر سکی۔ انہی مدارس سے قرآنی تعلیم اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انسان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ ملا اور اسی سلیقہ کی وجہ سے ہماری زندگی آسان ہوتی گئی۔

پاکستان کے دینی مدارس و مساجد میں قرآنی تعلیم کے حوالے سے طلباء و طالبات پر مثبت اثرات

حفاظت دین/تدریس قرآن

قرآنی اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مدارس کا اولین مقصد حفاظت دین ہے اگر مدارس نہ ہوتے تو آج دنیا میں دین کا یوں چرچا نہ ہوتا۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عمرؓ نے فرمایا، آج کل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں، بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا: حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ کمزور ہیں، لوگوں نے کہا فلاں صاحب کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں لوگوں نے پوچھا آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ فرمایا مجھے ایسا آدمی چاہیئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے رہے جیسے وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے فکر اور ذمہ داری سے چلے کہ گویا وہ ہی امیر ہے لوگوں نے فرمایا کہ ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیادؓ کے علاوہ اور کوئی نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگو! تم نے ٹھیک فرمایا''۔[9]

قرآنی تعلیم دین کی اساس ہے اور مدارس نے اس اساس کو مضبوط بنایا ہے۔ دار لارقم سے لے کر اب تک جتنے بھی مدارس معرض وجود میں آئے ہیں ان میں قرآن کی تعلیم لازمی ہوتی ہے یوں ہر مسلمان قرآن سے روشناس ہوتا ہے۔ اگر مدارس میں قرآن پڑھانے کا اہتمام نہ ہوتا تو مسلمان قرآن سے بہت دور چلے جاتے۔ مسلمان خواہ کتنا بے راہ ہو جائے، اس کے ذہن سے قرآن کی عظمت نہیں نکلتی۔ وہ قرآن سن کر لطف اٹھاتا ہے یہ نعمت اسے مدارس کے صدقے ملی ہے۔ قرآن کی تعلیم کے لیے مختلف کورسز کا انعقاد بھی کیا جا رہا ہے۔ جیسے تفسیری اور تجویدی کورس وغیرہ۔

قرآنی تعلیمات سے مساجد اور مدارس کا باہمی ربط

چونکہ مدارس اور مساجد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے لیکن آج بھی کوئی مدرسہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی مسجد نہ ہو۔ مسجد رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے جس کا مسجد سے تعلق پیدا ہو گیا اس کا دین سے تعلق پیدا ہو گیا۔ اگر مساجد اور مدارس ایک دوسرے سے مربوط نہ ہوتے تو عوام الناس میں کبھی

---

[7] گیلانی، مناظر احسن، مولانا، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۱۵۳

Geelani, Manazir Ahsan, Maulana, Pak-o-Hind main Musalmanun ka Nizam-e-Taleem, Maktaba Rahmaniya Lahore, p. 153

[8] شیخ محمد اکرام، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۳۱-۳۲

Sheikh Muhammad Ikram, Aab-e-Kausar, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1979, pp. 31-32

[9] محمد اسحق ملتانی، تحفۃ المدارس، ج ۲، ص ۵۹

Muhammad Ishaq Multani, Tuhfa-tul-Madaris, Idara Talifat asharfia Multan, Vol.2, P. 59

دینی شعور بیدار نہ ہوتا۔ اگر مدارس میں قرآن پاک حفظ کروایا جاتا ہے تو مساجد میں بھی طلبہ کو ناظرہ اور حفظ کروایا جارہا ہے۔ مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ اپنے حاصل کیے ہوئے علم مساجد میں اور مختلف اسلامی محافل میں جا کر لوگوں کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ مدارس نے مساجد کو دولت دین سے مالا مال کر دیا ہے۔ حفظ قرآن ایک عظیم ورثہ ہے جو سینہ بہ سینہ پہلے دن کی وحی سے ہی منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور دینی علوم مسلمانوں کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ جو مدارس کے ذریعہ صدیوں سے (سینہ بہ سینہ) محفوظ کیا جارہا ہے۔ اگر مدارس نہ ہوتے تو یہ قیمتی ورثہ کب کا ضائع ہو چکا ہوتا۔ دنیا بھر کے مدارس اس پاکیزہ ورثے کے مخلص، بے لوث امین اور محافظ ہیں جو نامساعد حالات میں بھی اس امانت کی حفاظت کرتے ہیں جس کی ذمہ داری انہیں اللہ کی طرف سے سونپی گئی تھی۔ مدارس میں تعلیم دینے والے اساتذہ اور تعلیم حاصل کرنے والے تلامذہ مل کر اس قیمتی ورثہ کی بے لوث ہو کر حفاظت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کے ذریعے پیدا ہونے والی دینی مدارس کی سادگی اور انکساری حفاظت دین کا باعث بنی۔ ہمارا قرآن ہمیں سادگی اور انکساری سکھاتا ہے یہ سادگی مدارس میں ہمیں روز اول سے ہی نظر آتی ہے۔ سادگی کا یہ وصف مدارس کا ایک لازمی جزو رہا ہے جواب تک دیکھنے میں آتا ہے دار العلوم دیوبند بنا تو کمرے ناکافی تھے۔ اساتذہ درختوں کے نیچے بیٹھ کر درس دیتے تھے اور اس میں اپنی عار خیال نہ کرتے تھے، اساتذہ کا یہ انکسار اور سادگی بھی قرآن کریم اور دینی تعلیمات کی حفاظت کا باعث بنا۔ اگر اساتذہ یوں سادگی اختیار نہ کرتے اور منکسر المزاج نہ ہوتے تو تدریس کا عمل رک جاتا اور دین محفوظ نہ رہتا۔

مدارس میں مفت تعلیم کی سہولت

قرآنی تعلیم کے حوالے سے مدارس کے اس نظام تعلیم سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں طلبہ کو 10 دس سال سے زیادہ مفت تعلیم کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کی خوراک و لباس اور رہائش کی ضروریات بھی بلا معاوضہ ہوتی ہیں جس سے یقیناً پسماندہ طبقہ کو کچھ عرصہ کے لیے اپنے بچوں کی فکر معاش سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی ایک معجزے سے کم نہیں کہ دار ارقم سے لے کر اب تک دنیا میں جہاں بھی مدارس قائم ہوئے ان کا مقصد دولت کمانا نہیں بلکہ بلا اجرت تعلیم کو فروغ دینا ہے۔ مدارس کا تدریس دین کے بارے میں یوں بے لوث ہونا ہی دین کی حفاظت کا باعث بنا۔ مفت دینی اور قرآنی تعلیم کی سہولت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ امیر اور غریب سب کے لیے علم کے دروازے کھل گئے۔ امراء اس سے دور بھی ہو گئے تو غریبوں نے دینی علوم کو سینے سے لگالیا۔ اگر یوں بلا اجرت تعلیم کا فیضان نہ ہوتا تو مدارس بے رونق اور دین ہوا کی نذر ہو جاتا۔[10] بلاشبہ مسلمان دنیا میں ابتداء سے ہی دینی اور قرآنی تعلیم مفت رہی مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تعلیم کی مفت فراہمی کوئی شرعی حکم ہے اور دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اور پھر اس کے بعد بھی طالب علموں سے فیس وصول کر کے پڑھانے کا طریقہ جزوی طور پر رائج تھا ز جاج نے لکھا ہے کہ "ابوالعباس مبرد لوگوں کو مفت تعلیم نہیں دیتا تھا اور امام غزالیؒ تعلیم کا معاوضہ لینے کو حرام سمجھتے تھے لیکن بعد میں امام غزالیؒ نے بھی اعتدال پیدا کر لیا تھا"۔[11]

قرآنی اور دینی تعلیم کو معاشرے سے جدا رکھنے کو بطور نظریہ ترویج دینا

پاکستان میں مدارس کے نظام تعلیم نے اساتذہ اور طلبہ کو معاشرے سے جدا رہنے کو بھی بطور نظریہ ترویج دی ہے ان کا خیال ہے کہ قرآنی و دینی تعلیم اور مدرسہ کے نظام کا بقا ہی اسی میں ہے کہ ایک معقول تعداد اپنے آپ کو جدید علوم و فنون سے جدا ہو کر اسی کام کے لیے خود کو وقف کر دے۔ مولانا زاہد الراشدی کہتے ہیں کہ "اب تک تجربہ اور مشاہدہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ دینی مدارس کے ارباب حل و عقد کی یہی حکمت عملی، جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں میں اب تک اپنی حمیت و وابستگی کو باقی رکھنے بلکہ اسے پوری دنیائے اسلام میں امتیازی حیثیت پر فائز کرنے کا باعث بنی ہوئی ہے"۔ مولانا بزرگ کے سماعت کردہ جملے ذکر کیے ہیں کہ "ہم مسجد کے ٹکڑوں پر پلنے والے کٹھ ملا ہی تیار کرنا چاہتے ہیں، اس کے علاوہ ہمارا کوئی اور مقصد نہیں اور دینی مدارس میں اس

---

[10] George Makdis, the Rise of Colleges, Institution of Learning in Islam and the West, Edigberg University Press, 1981.

[11] امام غزالی، فاتحہ العلوم، ص ۱۵
Imam Ghazali, Fatiha Uloom, p. 15

وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک ان کو صرف ''مسیتے'' پیدا کرتے ہوں۔[12] گو بظاہر قرآنی اور دینی تعلیم معاشرے کے طور طریقوں سے الگ رہی لیکن فارغ اوقات میں ہم نصابی سرگرمیوں کے تحت تحریرات اور دوسری سرگرمیوں نے جنم لیا۔ جس میں مسائل کے حل کے لیے عسکری ذہنیت کی آبیاری کو اہمیت حاصل ہوگئی اور تحریرات اور خطابات کے ذریعے فرقہ وارانہ اور غیر فرقہ وارانہ موضوعات میں سے اسلام اور تاریخ اسلام کا تصور بھی اجاگر کیا گیا۔ قرآنی اور دینی نظام تعلیم مذہب سے وابستگی اور اس کے لیے قربانی کے قابل قدر جذبات کی پرورش کرتا ہے۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ چونکہ درس نظامی کا حصہ نہیں جس کی وجہ سے کوئی بھی استاد یا طالب علم اپنی ضرورت کے تحت تاریخ کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس میں رومانویت کے اثرات پرورش پاتے ہیں اور معروضی تقاضوں سے بیگانہ سوچ پروان چڑھتی ہے اور دنیا سے بیزاری اور رہبانیت کی سوچ آن گھیرتی ہے بدقسمتی سے تاریخ اسلام پر عصر حاضر میں جدت خیال کے دعویدار لکھاریوں نے بھی اپنی پسند وناپسند کی اساس پر تاریخی مواد کو جس طرح پیش کیا ہے اس نے معاشرہ کے مذہب پسند طبقہ (جس میں مدارس سے زیادہ عصری تعلیمی اداروں کا تعلیم یافتہ طبقہ شامل ہے) کو تشدد پسند لائحہ عمل کا راستہ دکھایا۔

طلباء وطالبات میں تحقیق وتدقیق کا جذبہ ابھارنا

عصر حاضر میں بہت سارے دینی مدارس نے طلباء وطالبات میں تحقیق کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کردی ہے اس کے لیے انہوں نے اپنے دینی مدارس میں تحقیق کے اصولوں سے طلباء طالبات کو آگاہ کرنا شروع کردیا ہے۔ ابتدا میں موجودہ درس نظامی کے نصاب میں پیش نظر معاشرہ کو رہنمائی فراہم کرنے اور ریاستی نظام میں کردار ادا کرنے کے مقاصد پیش نظر تھے اس لیے اس میں شامل کتب کا مقصد طلباء وطالبات میں تحقیق کے جذبات کو ابھارنا تھا اور اسی موضوع پر کئی تصانیف نصاب میں شامل کی گئیں تاکہ طالب علم مختلف اسالیب تصنیف وتالیف سے آگاہ ہو۔ لیکن یہ کاوش اسی وقت مفید ثابت ہوسکتی ہے جب طالب علم کے ذہن کو تنگ نظری اور جمود کی بجائے وسعت نظری، آزادی فکر اور سوچ کے ارتقاء سے روشناس کرایا جائے۔

دینی مدارس کے نظام تعلیم کو ملکی نظام تعلیم کے ایک حصہ کے طور پر اور ایک متوازی نظام کے طور پر ترویج دینے کی کوششیں جاری ہیں اس طرح نظام تعلیم کی ثنویت سے پیدا شدہ تقسیم کا انسداد ہوسکے گا اس سلسلے میں بنگلہ دیش کا ماڈل پاکستان کے مقابلے میں کہیں بہتر نظر آتا ہے لیکن پاکستان میں ایسی مثبت تبدیلیاں لانے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ لہٰذا قرآنی ودینی تعلیم کے نظام تعلیم کو قومی نظام تعلیم کے ساتھ مربوط کرنے پر زور دیا جارہا ہے اس سے ملکی نظام تعلیم کی ثنویت اپنی جگہ بنا سکتی ہے اور ملک کو تعلیمی فرقہ واریت سے چھٹکارا حاصل ہوسکتا ہے۔[13]

بنیادی بات یہ ہے کہ قرآنی ودینی تعلیم کی طرح ملکی نظام میں جب تک ہر باشندہ مطلوبہ تعلیم کی مفت رسائی کو یقینی نہیں بناتا اور وہ دینی وقرآنی تعلیم کی فراہمی کو کاروباری استحصالی ذہنیت سے بالاتر قومی مشن قرار نہیں دیتا اس وقت تک معاشرہ میں فرقہ واریت، گروہیت، عصبیت، طبقہ پرستی، تنگ نظری، انتہاپسندی، عسکریت پسندی وغیرہ کے منصوبے شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتے۔

عصر حاضر میں قرآنی اور دینی تعلیم کے مدارس میں طلبہ کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھا جاتا ہے۔ طلباء وطالبات کی سزاؤں میں خاطرہ خواہ کمی واقع ہوگئی ہے اس کے علاوہ دینی مدارس میں قرآنی تعلیم دینے والے اساتذہ کے ساتھ معاشرے کا برتاؤ بھی بھلائی کا ہے۔ اسی لیے اسلامی روایت میں مدارس کا قیام، معلم ومدرس کی مالی معاونت کی عمومی ذمہ داری پورے مسلم معاشرہ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ بھلائی کے سلسلہ میں یہ واقعہ بہت اہم ہے کہ غزوہ بدر کے قیدیوں پر آپ ﷺ نے یہ شرط تجویز کی تھی کہ جو لوگ نادار ہونے کی وجہ سے فدیہ نہ دے سکتے ہوں مگر لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو وہ آزاد کردیئے جائیں گے۔[14]

---

[12] زاہد الراشدی، مولانا، دینی نظام تعلیم اور اصلاح کی حکمت عملی (مشمولہ: سلیم منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم)، ص ۵۳

Zahid al-Rashdi, Maulana, The Religious System of Education and Reform Strategies (Includes: Salim Mansoor Khalid, Deeni Madaris main Taleem), p. 53

[13] سلیم منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم، ص ۱۲۶

Salim Mansoor Khalid, Deeni Madaris main Taleem, p. 126

[14] شیخ محمد رضا، محمد رسول اللہ، تاج کمپنی لاہور، (س۔ن)، ص ۳۲

Sheikh Muhammad Raza, Muhammad Rasulullah, Taj Company Lahore, p. 32

خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ نے مردوں کے ساتھ عورتوں کی دینی تعلیم کی بھی ہدایت فرمائی اور یہ خواتین مسجد نبوی ﷺ میں آکر براہ راست دین کی تعلیم حاصل کرتیں اور کچھ بالواسطہ طریقے سے حاصل کرتی تھیں۔ اسلام نے تعلیم وتعلم میں عورتوں کا درجہ برابر رکھا ہے۔ تعلیم نسواں کے بارے میں مولانا خیر محمد جالندھری لکھتے ہیں: ''مرد تو جتنا بھی دیندار ہو کسب معاش کے لیے بچوں سے دور رہتا ہے۔ اس لیے باپ کا کردار اولاد پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا جتنا ماں کا ہوتا ہے۔ اگر ماں عقائد صحیحہ اور امان کی نعمت سے مالا مال ہو اور اخلاق واطوار میں قرآن وسنت کی جھلک ہو تو ظاہر ہے کہ بچہ ماں ہی کے اعمال وعقائد کا نقش لے گا''۔[15] لیکن اب تعلیم النساء کے ادارے زیادہ تر بڑے وفاق کے ساتھ منسلک ہیں اور اس میں مزید وسعت کی ضرورت ہے۔

اسلامی نظام تعلیم کا وصف اور دینی مدارس

تمام دینی مدارس میں قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ شرعی علوم مثلاً تفسیر، حدیث اور اصول فقہ اور اصول حدیث کا جامع امتزاج ہیں پہلے دینی مدارس اور مساجد ایک ساتھ ہوتیں اور وہیں پر طلباء کو قرآنی تعلیمات سے آراستہ کیا جاتا تھا لیکن عصر حاضر میں مساجد اور مدارس کو الگ کر دیا گیا ہے۔ اب حفظ قرآن کا کام دینی مدارس میں ہی کروایا جارہا ہے۔ دینی مدارس میں ایک وصف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ دینی مدارس نے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ دوسرے تجویدی اور تفسیری کورسز کا انعقاد بھی کر دیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی عظمت اور عروج ایسے ہی نظام تعلیم میں مضمر ہے کہ اس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی شامل کر لیے گئے ہیں اس طرح دینی زندگی کے ساتھ دنیاوی زندگی میں بھی مثبت تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ چنانچہ مشہور مورخ اور دانش ور ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے: ''مسلمان اس طریقہ تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیوی تربیت بھی حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے دور حکومت میں پچھلے 75 سال میں انتظام ملک کی خاطر اس فریضہ سے فائدہ اٹھاتے رہے، اس دوران ہم نے اپنا طریقہ تعلیم بھی رائج کرنا شروع کر دیا پھر جونہی ایک نئی نسل اس طریقے کے تحت پیدا ہوگئی ہم نے مسلمانوں کے پرانے طریقوں کو خیر باد کہہ دیا جس سے مسلمانوں پر ہر قسم کی سرکاری زندگی کا دروازہ بند ہو گیا''۔[16]

دور حاضر میں عمومی طور پر عالم اسلام کے تمام دینی مدارس اور خصوصی طور پر پاکستان کے تمام مکتبہ ہائے فکر کے مدارس مسلمانوں کی اس تاریخی اور روایتی نظام تعلیم کا تسلسل ہیں جس سے مسلمانوں کی تمام درخشندہ علمی روایات وابستہ ہیں۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کے قیام سے قبل کی درسگاہیں مساجد کے ساتھ ہوتی تھیں جیسے درس گاہ مسجد نبوی، جامع عمرو بن العاص، جامع منصور بغداد وغیرہ۔ لیکن اب ان کو الگ کر دیا گیا ہے اب اسکولوں میں بھی حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے لیکن حفظ قرآن کے دوران ایسے طلبہ کو حفظ کا وہ ماحول میسر نہیں ہو پاتا جو مدارس کے طلبہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اسکولوں میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی حاصل کرنے پڑتے ہیں جس سے طلبہ کی سوچ اور ذہنی صلاحیت منتشر ہو جاتی ہے لہٰذا ان کے حفظ میں مضبوطی اور پختگی نہیں ہوتی جو مدارس کے طلباء وطالبات کے حفظ میں ہوتی ہے۔

روایت نظام تعلیم کا تسلسل

دورِ حاضر میں عمومی طور پر عالم اسلام کے تمام دینی مدارس اور خصوصی طور پر پاکستان کے تمام مکتبہ ہائے فکر کے مدارس مسلمانوں کی اس تاریخ اور روایت نظام تعلیم کا تسلسل ہیں آج کے دور میں بھی کچھ مدارس اس روایتی نظام تعلیم کے تسلسل کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مدرسہ نظامیہ کے قیام سے قبل درسگاہیں مساجد کے ساتھ ہوتی تھیں اور آج بھی کافی درسگاہیں اسی طرز پر قائم ہیں لیکن زیادہ تر درسگاہیں مساجد سے الگ ہو گئی ہیں یعنی مدارس اور مساجد کا انتظام الگ ہے۔ اب مدارس میں حفاظ طلبہ کا رجحان زیادہ ہو گیا ہے۔[17]

---

[15] جالندھر، خیر محمد، مولانا، ماہنامہ الخیر، جامعہ خیر المدارس ملتان، مئی ۱۹۸۷ء، ص ۷۸

Jalandhar, Khair Muhammad, Maulana, Mahnama Al Khair, Jamia Khairul Madras Multan, May 1987, p. 78

[16] مجلہ تعلیم وتحقیق، مرکز علم وتحقیق اسلام آباد، ج ۳، شمارہ ۲، ص ۲۹

Majallah Taleem -o-Tahqiq, Markaz Ilm w Tahqiq Islamabad, Vol 3, Issue 2, P.29

[17] گیلانی، مناظر احسن، پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۱۵۳

Geelani, Manazir Ahsan, Maulana, Pak-o-Hind main Musalmanun ka Nizam-e-Taleem, Maktaba Rahmaniya Lahore, p. 153

قرآنی اور دینی تعلیم کے حوالے سے ایک نسبت جو تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی اور دینی تعلیم کے موجود نظام کی خوبیاں، خامیاں اور اصلاح طلب پہلوؤں کا تجزیہ کر کے ان کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، جیسا کہ دینی مدارس میں طلبہ کے لیے فرنیچر کی قلت، سردیوں میں سونے کا ناقص انتظام اور تشدد وغیرہ ہے۔ ان امور کی طرف خاص توجہ دی اور کوششیں کی جارہی ہیں کہ خوبیوں کو شاندار کیا جائے اور اصلاح کی جائے الغرض مدارس کے مہتمم بذات خود ذاتی دلچسپی سے ان پہلوؤں پر غور و فکر کر رہے ہیں۔

مسجد اور مدارس دینی قیادت کی فراہمی

موجودہ دور میں قرآنی اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مسجد اور مدارس کی ضروریات کو پورا کرنے کی طرف توجہ دی جارہی ہے چونکہ مسجد اور مدرسہ اسلامی سماج کے اتنے ہی اہم شعبے ہیں جتنا کہ پارلیمنٹ، ایوان تجارت، فوج اور ٹیکنالوجی کے شعبہ جات۔ لہٰذا قرآنی تعلیمات کے فروغ، اللہ اور اس کے رسول کی دینی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے مدارس اور مساجد کی مستقل ضروریات کو پورا کرنے کی تگ و دو کرنا کوئی دین و دنیا کی تقسیم نہیں ہے۔

قرآنی و دینی تعلیم کے فروغ کے لیے ایسی دینی قیادت پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو دین کے فہم کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں کو سمجھتی ہو اور دینی غور و فکر کے ساتھ ان مسائل اور معاملات کا درست جواب دینے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو۔ جس میں ایک طرف تو مساجد آباد ہیں اور مدارس بھی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں جبکہ دوسری جانب علمی میدان میں دین کا دفاع اور دعوتی میدان میں یورپ اور مغرب سے آگے بڑھنے کے لیے ایسے افراد پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو دین کی درست ترجمانی کر سکیں۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے جس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

علوم عقلیہ اور نقلیہ سے استفادہ

جدید دور میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کی طرف بھی توجہ مبذول کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ جن کو مدرس بننا ہے ان کا تخصص علوم نقلیہ میں ہو مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب وغیرہ۔ علوم عقلیہ میں تخصص کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان مدرسین میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق علوم عقلیہ میں بھی ضروری مہارتیں پیدا کی جائیں۔ مثلاً مختلف زبانوں کی مہارت اور اصول تحقیق کی طرف توجہ دلائی جائے۔

مناظرہ/ تبلیغ اسلام کی صلاحیت پیدا کرنا

دورِ جدید کے طلباء و طالبات میں قرآنی و دینی تعلیم کو پھیلانے کے لیے ان میں تبلیغی صلاحیتوں کو پیدا کیا جارہا ہے۔ دین کی تبلیغ کے لیے طلباء و طالبات نے دوسرے مذاہب کے بارے میں جاننے اور تحقیق کرنے کے لیے تقابل ادیان جیسے مضامین کی تدریس کی جارہی ہے۔ طلباء و طالبات میں ایسی صلاحیتیں پیدا کی جارہی ہیں کہ وہ مغرب کی طرف سے ہونے والی تنقید کا جواب دے سکیں اور اپنے مذہب کی حفاظت کر سکیں۔ اس کے علاوہ دینی مدارس میں تقابل ادیان کے مضامین بطور نصاب شامل کیے جارہے ہیں۔

جو طلباء و طالبات دورِ جدید میں اسلام کے معاملات میں تخصص حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو اقتصادیات، معاشیات زیادہ بہتر انداز میں پڑھانے کے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ مسلمان فقہاء نے علم الاموال کے میدان میں کتاب الاموال اور کتاب الخراج میں اور اس طرح کی کتاب میں جو لکھا ہے ان سے اور دورِ جدید کے مسلم ماہرین معاشیات کی کتب سے طلبہ کو واقفیت دینے کی قابل ستائش کوششیں جاری ہیں تاکہ معاملات میں فقہی گہرائی پیدا ہو سکے۔

مدارس کے ماحول میں تبدیلی کا رجحان

قرآنی و دینی تعلیم کے حوالے سے مدارس کے معاشرتی ماحول میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور اب مدارس کے معاشرتی ماحول کو ایک بند گلی کی بجائے عام معاشرے سے مربوط کیا جارہا ہے اور مدرسہ کی اخلاقی و روحانی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے، گرد و پیش کے حالات سے وابستہ رکھنے کی کوششیں جاری ہیں اور مزید برآں کہ پاکستانی معاشرے کی درست یا غیر درست تبدیلیوں کے ادراک اور اس کے اندر منفی ردعمل کے بجائے مثبت ردعمل پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

دینی مدارس کے فاضل حضرات قرآنی و دینی تعلیم کے فروغ کے لیے اپنا عمدہ اور قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں وہ امام، خطیب، مدرس مفتی اور معاشرتی رہنما کے طور پر مسلم معاشرے کے مسلمہ قائد ہیں۔ دینی مدارس کے یہی فاضل حضرات ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حفاظ اور عالم دین بنا رہے ہیں اس کردار کے پیچھے صدیوں کی روایت ہے اور وہ اس کردار کے لیے مزید اچھی صلاحیت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کسی قوت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان سے ان کا یہ کردار چھین لے۔

خواتین کی تعلیم میں اضافہ

خواتین میں بھی قرآنی تعلیمات اور دینی علوم کی تعلیمات کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اس لیے خواتین کے لیے ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جہاں خواتین کا حفظ قرآن اور ترجمہ کے ساتھ درس نظامی کا بھی انتظام ہے۔ ان میں چند مدارس ایسے ہیں جن میں فنی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہے۔ ایک مثالی معاشرے کے قیام اور ترقی کے لیے خواتین کے پڑھے لکھے ہونے کی اہمیت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ اسی لیے نپولین نے کہا تھا: ''تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا''۔ [18]

بچوں کی جسمانی سزاؤں میں کمی کا رجحان

قرآنی تعلیمات اور دینی تعلیم کے مدارس میں بچوں پر جسمانی تشدد کے حوالے سے خاطر خواہ کمی ہوئی ہے۔ دینی مدارس میں بچوں کی جسمانی سزاؤں میں کمی کی وجہ سوشل میڈیا کا کردار ہے۔ لوگوں نے طلبہ پر ہونے والے تشدد کی ویڈیوز بنا کر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کر دیں جن کی وجہ سے حکومت اور دیگر اداروں کے ناظمین نے ان کے تدارک کے اقدامات کیے۔ اب دینی مدارس میں ان سزاؤں کا رجحان کم ہو گیا ہے لیکن بالکل ختم نہیں ہوا۔ حالانکہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ ''اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ دوسرا دیکھے تو سمجھے کہ تمہاری اولاد ہیں''۔ [19]

قرآنی اور دینی تعلیم کے حصول کے لیے مختلف دینی مدارس میں بہتر گھرانوں کے طلباء کے لیے بہتر ماحول اور سہولیات کی فراہمی کا انتظام کیا گیا ہے۔ مثلاً ایئر کنڈیشنڈ کلاس روم، بہترین فرنیچر اور دیگر سہولیات کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔

تربیتی کورسز و عصری مضامین کا اجراء

قرآنی اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اب دینی مدارس میں عصری مضامین کا بھی اجراء کیا گیا ہے، آن لائن فتاویٰ، تخصص کے پروگرام، طلباء کے لیے آڈیو، ویڈیو پروگرام اور کمپیوٹر کے کورسز کا انعقاد کروایا جا رہا ہے نوجوان اساتذہ میں جدید طریقۂ تدریس کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے۔ مثلاً ملٹی میڈیا کا استعمال شروع ہوا ہے، سالانہ تفریحی دورے اور نمائش کتب بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی بینکاری، قانون، تقابل ادیان اور انگریزی زبان کے شعبہ فعال ہیں۔ قرآنی تعلیم کے فروغ کے لیے دینی مدارس کے اساتذہ کے لیے تربیتی کورسز کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ 2008ء میں اس طرح کا ایک کورس جامعہ عثمانیہ میں ہوا۔ بعض مدارس مثلاً جامعہ نعیمیہ لاہور، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد اور کراچی کے بڑے بڑے مدارس میں آئمہ، خطباء، علماء کی تربیت کے لیے پندرہ روزہ تربیتی کورس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ تبدیلی کا یہ عمل سست ہے لیکن پھر بھی مثبت پیش رفت جاری و ساری ہے۔ شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی میں 2014 تا 2017 تک باقاعدہ مدارس کے اساتذہ کا یونیورسٹی، کالج کے اساتذہ کے ساتھ ہم آہنگی کا شعور پیدا کرتے ہوئے پندرہ روزہ تربیتی کورس کا انعقاد کیا جاتا رہا۔ پروگرام کے کوآرڈی نیٹر ڈاکٹر غلام شمس الرحمن رہے۔ اب یہی تربیتی کورس بحیثیت چیئرمین شعبہ اسلامیات، جی۔ سی یونیورسٹی فیصل آباد میں باقاعدہ جاری ہے۔ اس تربیتی کورس اور ورکشاپ سے مابین مدارس، یونیورسٹی اور کالج سطح سے مثبت نتائج سامنے آ رہے ہیں۔

---

[18] ایجوکیشنل انسائیکلوپیڈیا

Educational Encyclopedia

[19] محمد اسحٰق ملتانی، تحفۃ المدارس، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ج ۲، ص ۷۷

Muhammad Ishaq Multani, Tuhfa-tul-Madaris, Idara Talifat asharfia Multan, Vol.2, P. 88

چوتھی صدی ہجری سے مدارس کا ایک خاص نظام وضع ہو چکا تھا جس کے تحت مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کو وظائف دیئے جاتے تھے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ مدارس جو سرکاری اور حکومتی سرپرستی میں قائم تھے ان سے کہیں زیادہ تعداد میں وہ نجی مدرسے تھے۔ جو اس دور کے اساطیر فن نے اپنے ذاتی رہائش گاہوں کے ساتھ قائم کیے ہوئے تھے اس میں اساتذہ کے معقول تنخواہیں اور طلباء کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے تھے۔ جس کا مثبت اثر یہ ہوتا تھا کہ اساتذہ فکر معاش سے آزاد ہو کر نہایت ہی ایمانداری اور خلوص سے تعلیم دیتے تھے اور طلبہ بھی معاشی فکر سے آزاد ہو کر دینی اور عصری تعلیم حاصل کرتے تھے۔ نظام الملک (عباسی دور کے آخری خلیفہ) کے قائم کردہ مدرسہ مستنصریہ میں چاروں سنی فقہ کے شعبہ جات تھے جن میں تین سو طلبہ زیر تعلیم تھے اور ہر ایک کو ایک طلائی دینار ماہانہ دیا جاتا تھا۔ اسی طرح نظام الملک کو مدارس دینیہ کا بانی سمجھا جاتا ہے انہوں نے اساتذہ اور طلبہ کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کی اور مدارس کے ساتھ رہائش گاہیں بھی تعمیر کروائیں۔ بقول احمد شلبی: "نظام الملک کی طرف جو چیز منسوب کی جاتی ہے وہ دراصل وہ تحریک ہے جو ختم نہیں ہوئی اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک طریقہ تعلیم وضع کیا گیا اور اسلامی دنیا کے طول و عرض میں مدارس کا جال پھیلا دیا گیا۔ اس کارہائے نمایاں میں کوئی شخص بھی ان سے سبقت لے جانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا"۔[20]

اساتذہ اور طلباء کے مابین عقیدت واحترام کی ترویج

قرآنی و دینی تعلیم کی درس و تدریس اور علم و ادب کی محافل میں اساتذہ کرام اور طلبہ کے مابین باہمی حسن سلوک اور عقیدت واحترام جو ہمیں تاریخ میں ملتا ہے وہ لائق تحسین و قابل تقلید ہے۔ اس زمانہ میں اساتذہ کرام کی اپنے شاگردوں کے ساتھ جو شفقت و محبت، رحم دلی اور باہمی تعاون دکھائی دیتا ہے وہ عصر حاضر میں آج بھی نظر آتا ہے۔ حفاظ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے مدارس کے طلبہ میں آج بھی اپنے اساتذہ کے لیے باہمی حسن سلوک اور عقیدت واحترام کا جذبہ غالب ہے۔ عموماً دینی مدارس کے طلبا اپنے اساتذہ کی بہت عزت کرتے ہیں جبکہ عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات میں یہ جذبہ کچھ کم نظر آتا ہے۔ قرآنی و دینی تعلیم سے آگہی حاصل ہو جانے کے بعد طلبہ میں ایک دوسرے کے لیے بھی باہمی حسن سلوک اور عقیدت واحترام رائج پایا جاتا ہے۔ اساتذہ بھی اپنے طلبہ میں باہمی حسن سلوک اور عقیدت احترام کو ترویج دے رہے ہیں۔ سماجی خانگی اور اخلاقی پہلوؤں میں قرآنی اور دینی علم کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت

قرآنی و دینی تعلیم کے فروغ سے ایک مثبت تبدیلی سامنے آئی ہے کہ زندگی بھر اس کے اثرات باقی رہتے ہیں۔ حفظ کرنے والے اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء وطالبات میں شعائر اسلامی کے احترام اور فرائض دین کی پاسداری کے اہتمام کا احساس باقی اداروں کے طلبہ کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ قرآنی و دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عموماً مرد حضرات مساجد اور مدارس کا انتظام سنبھال لیتے ہیں جبکہ خواتین گھروں میں ہی قرآن اور دینی تعلیم کے دعوتی مراکز قائم کر رہی ہیں یا پھر دینی مدارس سے وابستہ ہو رہی ہیں۔ قرآنی و دینی تعلیمات حاصل کرنے والے طلبہ میں اکثریت ان طالبات کی ہیں جو مدارس سے جزوقتی ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کرتی ہیں باقاعدہ تعلیم ان کی سکولوں میں ہوتی ہے پھر بھی عصر حاضر میں اقامتی اور خالص قرآنی و دینی تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کی تعداد سالانہ ہزاروں میں ہوتی ہے۔[21] یہ علوم نبوت کے وارث قرآنی و دینی تعلیم کے ذریعے معاشرے میں اپنا قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں اور معاشرتی اعتبار سے، علم و فہم اور تدبر کے اعتبار سے بھی ان کا مقام نمایاں ہے۔

اگرچہ قرآنی اور دینی تعلیم دینے کا آغاز کسی ایک فرد نے ہی کیا ہو لیکن بہر حال یہ قرآنی و دینی تعلیم لوگوں کے مشترکہ تعاون اور اجتماعی کاوش کا مظہر بن گئی ہے جس میں دینی اور قرآنی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے کئی لوگ اعانت کرتے ہیں اور متعدد لوگ قرآن اور دینی تعلیم کی تدریس سے وابستہ ہوتے ہیں

[20] احمد شلبی، تاریخ تعلیم، ص ۹۷

Ahmad Shalbi, Tarikh-e-Taleem, P.97

[21] سلیم منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۳

Saleem Mansor Khalid, Deeni Madaris main Taleem, institute of Policy Studies, Islamabad, 2002, p.143

جبکہ مدرسہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت اور وراثت میں ملا ہوا ترکہ نہیں ہوتا اس لیے قرآنی و دینی تعلیمات اجتماعی شرکت اور تنظیم کا مظہر ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا قرآنی و دینی تعلیم کو بہترین اسلوب پر نشو و نما دینے کے لیے عصر حاضر میں بھی شورائی فضا کو بحال کرنا اشد ضروری ہے اور کوششیں جاری ہیں۔

قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے دینی مدارس میں تبدیلی کے رجحانات

قرآنی و دینی تعلیمات کی اشاعت و ترقی کے لیے دینی مدارس میں تبدیلی کے رجحانات کے ضمن میں اہم ترین حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ بنیادی طور پر ان کا قیام معاشرے کی بعض اہم اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے عمل میں آتا ہے۔ اب دینی مدارس اپنی سطح کو عصری حالات اور ضروریات کے نقطہ نظر سے تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ معاشرے سے لاتعلق نہ ہو جائیں۔ مجموعی طور پر مخالفانہ فضا کے باوجود مدارس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور عام تاثر کے برعکس مدارس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تعداد ہی نہیں بلکہ معیار اور سرگرمی کے اعتبار سے بھی اندرونی طور پر تبدیلی اور ارتقاء کے ایک مسلسل عمل سے گزر رہے ہیں۔ اس معاملے میں عملی اقدامات کے حوالہ سے دو رجحان ہیں۔(۱)ایک گروہ میں قوت اقدام ہے وہ فنی اور سائنسی ایجادات کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔(۲) جبکہ دوسرا گروہ نئے حالات میں نئے اقدامات کرنے میں ابھی متامل ہے وہ نئی سوچ اپنانے اور نئے تجربات کرنے والے اپنے ہم مسلک لوگوں پر اعتماد کرتا ہے۔ لیکن خود اس سمت تیز تر پیش قدمی کے لیے ابھی پوری طرح آمادہ نہیں ہے۔[22]

فطین حفاظ کو عبدالحلیم چشتی کے منہج اختیار کرنے کی طرف رغبت دینا

دینی مدارس میں حفظ کرنے والے طلباء و طالبات کو حافظ عبدالحلیم چشتی تشابہات کے نہج اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے۔ لیکن صرف ان طلبہ کو اس منہج کی طرف رغبت دلائی جائے جو ذہین و فطین ہوں۔ عام اور معمولی حافظے والے طلبہ کو اس کی رغبت نہ دلائی جائے۔ اگر دینی مدارس میں حفظ قرآن کے سلسلہ میں حافظ عبدالحلیم چشتی کے منہج کو اختیار کیا جائے تو قرآن کریم کو حفظ رکھنے کے بارے میں ایک جدید باب کھل جائے گا۔ جس سے دنیائے اسلام کو مزید فائدہ پہنچے گا۔ حافظ عبدالحلیم چشتی جو قرآنی کمپیوٹر کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں انہوں نے قرآن کو ایسے ایسے رخ سے حفظ کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے قرآن کریم کی ہر آیت نمبر، رکوع نمبر موصوف کو ازبر ہے اگر ان کے سامنے کوئی آیت تلاوت کر دی جائے تو یہ اس کا نمبر، متعلقہ سورت اور رکوع نمبر بھی بتا دیتے ہیں۔ ان کا سب سے اہم کارنامہ تشابہات کا ہے انہوں نے ہاتھ سے تشابہات کو لکھا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی دل میں قرآن کی کوئی آیت سوچ لے تو موصوف صاحب چند سوالات کے بعد آیت، رکوع نمبر اور متعلقہ پارہ بھی بتا دیتے ہیں۔(انسانی عقل اس بات کو ماننے سے عاری ہے)۔ البتہ انہوں نے تشابہات کے بارے میں جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اسے سراہا گیا ہے اور یہ عظیم کاوش ہے۔ حافظ عبدالحلیم چشتی کو پہلا کمپیوٹر قرآن بھی کہا جا سکتا ہے۔[23]

فرد اور معاشرے کی اصلاح میں عصری و دینی تعلیمات کا کردار

فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے عصری و دینی تعلیمات کا کردار ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ قرآنی و دینی تعلیم ہی کی بدولت مسلم معاشرے میں عموماً علماء اور دینی تعلیمی اداروں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دینی مدارس نے قرآنی و دینی تعلیمات کی اشاعت اور فروغ کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ سب پر واضح ہے۔ لیکن آج ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حفاظ کرام اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء و طالبات نے بہت حد تک خود کو اپنی ذات میں محصور کر لیا ہے۔ قرآن اور دینی تعلیم معاشرتی ارتقاء کا بنیادی ذریعہ ہے آج بھی قرآنی اور عصری تعلیم ہمارے سماجی نظام کا باقاعدہ حصہ ہے جس سے معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے اثرات سے سماجی نظام کو تحفظ مل رہا ہے۔

عصر حاضر میں قرآنی و دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی طرف بھی خاص توجہ دی جارہی ہے۔ جہاں تک عصری علوم کا تعلق ہے تو جامعہ اسلامیہ عربیہ فاطمہ کیمپس اور جامعۃ المحصنات میں انگلش، حساب اور سائنس پر توجہ دی جارہی ہے۔ اسی طرح جامعہ فاطمۃ الزہرہ میں تو مدرسہ کا آدھا وقت

---

[22] سلیم، منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۸۹

Saleem Mansor Khalid, Deeni Madaris main Taleem, institute of Policy Studies, Islamabad, 2002, p.89

[23] ماہنامہ البلاغ کراچی، ۲۵ مئی ۱۹۸۹

Mahnama Al-Balaagh Karachi, May 25, 1989

یعنی دوپہر دو بجے سے شام مغرب تک عصری علوم پڑھانے کا خاص اہتمام ہے۔الھدیٰ انٹر نیشنل کی طالبات بھی عصری علوم پڑھتی ہیں۔[24] لہٰذا اب زیادہ تر طلبہ قرآنی و دینی تعلیم سیکھتے ہوئے عصری علوم میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں کیونکہ ہر وفاق کے نصاب میں عصری علوم شامل کر دیئے گئے ہیں اور طلباء وطالبات کی اپنی دلچسپی بھی یہی ہے کہ وہ بھی معاشرے کے لوگوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے عصری علوم پڑھیں۔اس سال دار العلوم کبیر والا ضلع خانیوال کے تین طلباء نے میٹرک کے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی۔قرآنی و دینی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اگرچہ یہ تعلیم ہمارے اخلاق، کردار اور فرسودہ رسومات سے ہمیں نجات دیتی ہے۔دینی تعلیم معاشرے کے سود مند ہے جو معاشرتی برائیوں سے دور رکھتی ہے۔

1. **سمعی وبصری معاونات:** قرآنی و دینی تعلیم کے فروغ کو بہتر بنانے کے لیے بعض مدارس نے سمعی و بصری معاونات کا بھی اہتمام کیا ہے۔جیسا کہ الھدیٰ انٹر نیشنل میں باقاعدہ طالبات کو چھوٹے چھوٹے کورسز کروائے جاتے ہیں۔ترجمہ تفسیر، تجوید حدیث کورس وغیرہ تمام کام کمپیوٹر پر ہو رہے ہیں۔ملٹی میڈیا، وائٹ بورڈ، سپیکر، ٹیپ ریکارڈر اور سی ڈیز کا استعمال بھی ہو رہا ہے۔

2. **واٹس ایپ / فیس بک:** مختلف دینی مدارس قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے واٹس ایپ قرآن گروپ کے ذریعے دینی تعلیمات کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔واٹس ایپ قرآن گروپ میں عموماً قرآن ریکارڈ کر کے آڈیو، ویڈیو گروپ میں بھیج دیا جاتا ہے اور لیکچر ریکارڈ کر کے لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔خصوصی طور پر تجوید وقراءت ترجمہ، تفسیر، حدیث کورسز کا آن لائن اجراء کرونا وائرس کی وبا کے دوران بہت تیزی سے ترقی کر گیا۔اس طرح لوگ گھر بیٹھے تجوید اور دیگر قرآنی علوم میں رہنمائی لے رہے ہیں۔

3. **آن لائن قرآن کریم پڑھانا:** بہت سے دینی مدارس نے آن لائن قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیا ہے جیسے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی عربی زبان وادب، اسلامیات کے علوم بذریعہ آن لائن اور ڈاک کے ذریعے پڑھائے جا رہے ہیں علاوہ ازیں دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد میں بھی بذریعہ انٹرنیٹ اور آن لائن قرآن کریم پڑھایا جا رہا ہے۔اس طرح سفر کی صعوبت اور وقت کا ضیاع دونوں سے بچا جا رہا ہے۔آن لائن قرآن کریم کی تعلیم بھی عصر جدید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام ہے کہ ہم عالم اسلام سے رابطے میں ہیں۔معاشرے میں آن لائن قرآن کریم پڑھنا تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

4. **ایزی قرآن وحدیث، 360 اسلام اور مکتبہ شاملہ:** دور حاضر میں قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی کتب کے حصول کے لیے بہت سے سہولیات متعارف کروائی گئی ہیں۔وہ لوگ جنہیں قرآن یا کتابوں کے حصول میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو وہ بآسانی کتب بذریعہ انٹرنیٹ حاصل کر سکتے ہیں۔موبائل اور گوگل پر ہزاروں کی تعداد میں قرآن وحدیث کی کتب موجود ہیں جنہیں بآسانی بغیر کسی چارجز کے مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔نیز قرآنی تعلیم کے فروغ کے لیے بہت سے پروگرام یوٹیوب پر بھی متعارف کیے جا رہے ہیں۔

5. **رمضان المبارک میں ۳۰ روزہ فہم قرآن کلاس:** آج کل رمضان المبارک میں دینی مدارس اور دیگر اداروں میں تیس روزہ فہم قرآن کلاس کا آغاز کر دیا گیا ہے۔مختلف شہروں مختلف دینی مدارس جیسا الھدیٰ انٹر نیشنل، جامعۃ المحصنات، خیر المدارس، دار العلوم اور کلیۃ القرآن الکریم یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔کرونا وائرس کی وجہ سے اب تیس روزہ فہم قرآن کلاس آن لائن جاری ہیں اور باقاعدہ فیس بھی مقرر ہے۔

6. **سہ ماہی تجوید وقراءت کورس:** قرآنی تعلیم کے حوالے سے ایک مثبت تبدیلی منظر عام پر آئی ہے کہ اب کچھ دینی مدارس نے سہ ماہی تجوید وقراءت کے کورسز کا اہتمام بھی کر دیا ہے۔جس میں تمام طلباء کو تجوید اور قراءت سکھائی جاتی ہے۔مدارس دینیہ کی وجہ سے دین اسلام کو بے حد تقویت ملی ہے۔دینی مدارس اسلامی تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لیے ہر شہر اور تقریباً دیہی علاقوں میں بھی اپنے مراکز قائم کر رہے ہیں۔جہاں تجوید وقراءت سے متعلق درست تلفظ اور مخارج کے ساتھ پڑھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

[24] طالبات جامعہ فاطمۃ الزہرہ، دورانِ تدریس انٹرویو، ۱۵ دسمبر ۲۰۱۸ء

Taalbat Jamia Fatima-tul-zahrah, Interview: 15 Dec.2018

7. **ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قرآنی تعلیمات کے پروگرام:** قرآنی تعلیمات کے پروگرام میں ریڈیو پاکستان نے ہمیشہ کی طرح مثبت لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق پروگرام ہر اسلامی موضوع پر تیار کر کے مخصوص وقت پر نشر کیے جاتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان سے صبح کی نشریات اور حیّ علی الفلاح پروگرام سے عوام الناس نے بے حد فائدہ اٹھایا۔ تقریباً ہر چینل اور ریڈیو پر صبح کے وقت صرف قرآن کی تلاوت نشر کی جاتی ہے جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ مقرر ہوتا ہے۔ صبح ۶ تا ۷ بجے تک ہر ٹی وی چینل اور ریڈیو پر مختلف قراء کی آواز میں قرآن کی تلاوت نشر کی جاتی ہے۔

دینی مدارس و مساجد میں قرآنی تعلیمات کے حوالے سے چند ضمنی اثرات

مدرسہ اور مساجد مسلمانوں کی اولین ترجیحات میں سے ہیں۔ اس مقالہ ہذا میں ان ترجیحات اور دینی مدارس کے تعلیمی نظام اور اس سے مربوط عناصر کو مد نظر رکھتے ہوئے مدارس کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مدارس کے تدریسی نظام کی خامیوں کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ ان پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی جائے جن کے تحت دینی مدارس اپنے ضمنی اہداف کی روک تھام اور اسلامی اقدار کے فروغ کی خاطر عصری تقاضوں کے مطابق اپنا جامع اور موثر کردار معاشرے کی سطح پر ادا کر سکیں۔ پاکستان میں سینکڑوں تعلیمی مدارس کام کر رہے ہیں لیکن مدارس کے درمیان باہمی تعاون اور تعلقات کی شدید کمی ہے۔ محققہ کی رائے ہے کہ دینی مدارس کے طلباء و طالبات اور معلمین و معلمات کو مسالک سے نکل کر اپنے عظیم مقصد کے حصول اور وسائل کے ضیاع کی روک تھام کے لیے مخلصانہ باہمی تعاون اور منظم تعلقات جو عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے، ان کو مضبوط کر کے فرقہ ورانہ خیالات کو ختم کر کے اتحاد بین المسلمین کی فضا قائم کریں اور دینی مدارس میں طلبہ کے تشدد کو روکنے کے لیے اہم اقدمات کیے جائیں تاکہ تشدد کے باعث طلبہ کی شخصیت پر اثرانداز ہونے والے ضمنی اثرات سے بچا جا سکے۔

حفظ قرآن میں طریقہ تدریس کا قدیم ہونا اور مناسب دورانیہ کا فقدان

پاکستانی مدارس میں تعلیم کا دورانیہ بہت زیادہ ہے صبح سے شام تک طلباء و طالبات کی کلاسز جاری رہتی ہیں صرف حفظ ہی چار سے پانچ سال میں مکمل ہوتا ہے جبکہ علماء اور عالمات ایک ہی جامعہ میں دس سال لگا دیتے ہیں اور معاشرے سے کٹ کر رہ جاتے ہیں معاشرے کے دیگر طلباء و طالبات سکول کالج اور یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مختلف اداروں میں مختلف تعلیم اور ماحول سے روشناس ہوتے ہیں جبکہ دینی مدارس کے طلباء و طالبات کو صرف ایک ہی ادارے میں رہ کر ایک ہی ماحول میں دینی تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ماحول بھی طلبہ کی شخصیات و کردار پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ دینی مدارس میں عموماً کسی ایک خاص مصحف سے ہی قرآن حفظ کروایا جاتا ہے۔ جو استاد یا ادارہ طلبہ کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ چند تجوید کے اصول (اخفاء، غنہ، تفخیم، ترقیق، قلقلہ) سکھائے جاتے ہیں جبکہ حفظ سے پہلے باقاعدہ تجوید نہیں پڑھائی جاتی۔ خواتین کے دینی مدارس میں بھی قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی طرف رجحان کم ہے۔ پرانے طریقہ تدریس پر ہی طالبات کو قرآن حفظ کروا دیا جاتا ہے لیکن تجوید کے اصولوں اور قواعد و ضوابط سے وہ نابلد ہوتی ہیں۔

حفاظ طلبہ کا مدارس کے مابین دورہ نہیں کروایا جاتا۔ جس کی وجہ سے حفاظ طلبہ و طالبات ایک دوسرے سے قرآن اور دینی علوم کے بارے میں خیالات کا تبادلہ نہیں کر پاتے۔ مثلاً اگر کسی مدارس یا مسلکی مدارس کے طلباء کا حفظ مضبوط نہ ہو تو وہ مدارس جن کے حفاظ کا حفظ پختہ ہو ان سے ملاقات کروانی چاہیے۔ تعاون ہم آہنگی اور بھرپور سماجی مطابقت کے ساتھ خوشگوار فضا قائم کر دی جائے اور طلباء آپس میں گفت و شنید اور باہمی مشاورت سے ایک دوسرے سے حفظ و قرات کے مراتب کے بارے جان سکیں اور اپنے اساتذہ کے حفظ کے طریقہ تدریس کو آپس میں باہمی مشورہ سے جان سکیں اور اسی طرح اپنے حفظ میں پختگی کے عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے ساتھی طلباء سے بھی حفظ و قرات میں مدد مل سکتی ہے۔ کمزور طلباء کے حفظ کو بھی باہمی مشاورت سے کسی حد تک مضبوط و پختہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مسلکی نوعیت کے پانچ بورڈز کی تقسیم (پانچ مکاتب فکر کے وفاق)

قرآنی اور دینی علوم کی اشاعت و فروغ میں نظام تعلیم میں تدریسی عمل بنیادی طور پر نجی نوعیت کا ہے جس میں رضاکارانہ عنصر غالب دکھائی دیتا ہے لہٰذا یہ تعلیمی عمل، مسجد، کتاب، مدرسہ اور جامعہ میں منعقد ہوا اور بتدریج اس میں نظم پیدا ہوتا گیا۔ تنخواہ دار مدرسین تقرر اور طلباء کے لیے وظائف کا اہتمام

ایک طرح حکومت کی طرف سے یہ کوشش تھی کہ مدارس کو ایک خاص نظام میں لایا جائے کیونکہ حکومتی سرپرستی میں قائم درسگاہیں بھی خاص حد تک تعلیمی عمل میں آزاد ہوتی تھیں جبکہ نجی درسگاہیں تو اس قسم کی تمام بندشوں سے آزاد ہوتی تھیں۔ آج کل قرآنی و دینی تعلیم دینے والے مدارس میں درس نظامی کرنے والے طالبعلم کو ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے ایم۔اے اسلامیات کے برابر درجہ دیا گیا ہے۔ مدارس کے یہ فارغ التحصیل طالب علم ایم۔فل کے لیے ہائیر ایجوکیشن کمیشن سے سرٹیفکیٹ حاصل کر کے یونیورسٹی میں داخلہ کے اہل ہیں۔

اس وقت ایک جیسے نصاب تعلیم کے لیے قائم مدارس، پانچ مذہبی تعلیمی بورڈ میں تقسیم ہیں جس سے معاشرہ میں مذہبی تقسیم کو مسلسل غذا مہیا ہوتی رہتی ہیں ان بورڈز نے اتحاد تنظیمات مدارس کے نام سے ایک پلیٹ فارم تشکیل دے رکھا ہے اور حکومتی دباؤ کے سامنے اپنے اتحاد کے مظاہرہ بھی کرتے ہیں لیکن اپنے وفاق کی فرقہ وارانہ سرحدوں کو ختم/نرم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ جب ان کی آخری سند ''شہادۃ العالیہ'' کو ایم اے کے برابر درجہ ملا تو ہر بورڈ نے اپنے حلقہ اثر میں اضافہ کے لیے زیادہ سے زیادہ اسناد جاری کرنے کو مسلکی خدمت تصور کیا اور یہاں سے فارغ التحصیل افراد نے سکولوں اور کالجوں میں ملازمت اختیار کرنے کے بعد فرقہ ورانہ ذہن کو منتقل کرنا اپنی منصبی ذمہ داری سمجھا۔[25]

دینی تعلیم میں مسلک و فرقہ واریت کا کردار

عام طور پر دینی طلباء کو مسلک کی پابندی کروائی جاتی ہے اور دین پر سختی سے عمل کروایا جاتا ہے دوران مدرسہ طلباء کو پابند کیا جاتا ہے کہ ان کی زندگی میں دین کے علاوہ دنیا کو ہرگز جگہ نہیں دی جانی چاہیے کیونکہ دنیا عارضی ہے۔ جس سے وہ معاشرے میں عدم مطابقت کا شکار رہتے ہیں۔[26]

دینی مدارس کی تعلیم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلک ہر مدرسہ کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے واضح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا طلبہ کی ذہن سازی اسی طرح ہو جاتی ہے کہ وہ فلاں مسلک کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اگر معاشرے کے لوگ اس مسلک کو پسند کرتے ہیں تو وہ طلباء کو سراہتے ہیں اگر معاشرے کے لوگ اس مسلک کے تابع نہیں ہوتے تو وہ تحقیر آمیز طنز اور مذاق اڑانے لگتے۔ جس سے ان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں دین کی بنیادی تعلیم کو محفوظ رکھنے کے لیے مدرسہ ہی تعلیم کی پہچان بن گیا پھر اس رجحان میں فرقہ واریت کے عنصر نے غلبہ پانا شروع کر دیا۔ چنانچہ مدرسہ کی تعلیم اس رجحان کی طرف تیزی سے بڑھنے لگی۔ معروف ماہر تعلیم اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین ڈاکٹر شیر محمد زمان اس کا نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ''دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو نور و بشر کے مسئلہ، روحانی بیعت کے وجوب، آمین بالجہر، آٹھ تراویح، جسم اطہر کا سایہ تھا یا نہیں، نذر و نیاز اور وسیلہ کے مسائل پر نہایت فصیح و بلیغ گفتگو کا اہل پائیں گے مگر براہ راست قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور فقہاء عظام کے بارے میں گہری علمی موضوعات پر ان سے گفتگو حوصلہ شکنی کا باعث ہوتی ہے''۔[27] چنانچہ مدارس کے نظام تعلیم کے فرقہ ورانہ پہلو کا تعلق براہ راست ان کے نصاب تعلیم سے کم ہے لیکن ان کے انتظامی و تدریسی ذمہ داران کی غالب ترجیحات سے متعلق ضرور تعلق رکھتا ہے۔ عصر حاضر میں حفاظ کرام اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے بے شمار فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں حالانکہ اللہ نے امت مسلمہ کو امامت عالم کے منصب پر فائز کیا تھا۔ مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور ہر فرقے میں عوام اور علماء اپنے متعین امام کے ساتھ منسلک ہیں ان کی عصبیت میں اس طرح گرفتار ہیں کہ ان کے دائرے سے باہر حق و ہدایت کا تصور محال ہے۔[28] حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جس کی بناء آج ہم متشدد پسند مسلمان کہلائے جا رہے ہیں۔

---

[25] خالد علوی، ڈاکٹر، دینی نظام تعلیم اور اصلاح کی حکمت عملی (مشمولہ: سلیم منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم)، ص ۴۴

Khalid Alvi, Dr., Deeni Nizam-e-Taleem aur Islah kiHikmat Amli, (Includes: Salim Mansoor Khalid, Deeni Madaris main Taleem), p. 44

[26] انٹرویو طالبعلم عبداللہ بن عباس ملتان

Interview: Student Abdullah bin Abbas Multan

[27] ایس ایم زمان، ڈاکٹر، دینی مدارس اور خود احتسابی کی راہ (مشمولہ: سلیم منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم، ص ۳۹

S.M Zaman, Dr., Deeni Madaris aur Khud Ahtesabi ki Rah, (Includes: Salim Mansoor Khalid, Deeni Madaris main Taleem), p. 44

[28] اصلاحی، امین احسن، حقیقت دین، انجمن خدام القرآن لاہور، ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۷

مدارس دینیہ کی تعلیم کے بعد طلبہ کا کالج/یونیورسٹی کا رخ

دینی مدارس کے طلبہ دینی تعلیم کے بعد کالج اور یونیورسٹی کا رخ کرتے ہیں تو وہاں کے طلباء کے ساتھ وہ ہم آہنگ نہیں ہو پاتے۔ حافظ، حافظ سے دوستی کر لیتا ہے لیکن باقی طلباء کے ساتھ دوستی نہیں ہو پاتی۔ جبکہ اساتذہ مدرسہ سے فارغ التحصیل طلبہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں مدارس کی تعلیم کے بعد مدارس کے اساتذہ طلبہ کو دنیاوی تعلیم حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اگر دنیاوی تعلیم حاصل کی تو استاد کی دعا نہیں لگے گی خوش نہیں رہو گے دنیاوی تعلیم کے لیے اور لوگ بہت ہیں"۔ اگر استاد کو علم ہو جائے کہ کوئی طالب علم دنیاوی تعلیم حاصل کر رہا ہے تو تعلق ختم کر دیتے ہیں۔[29]

ملکی امور کی انجام دہی سے نابلد

حضرت محمد ﷺ کے دور سے ہی مسلمانوں کو ملکی امور کی انجام دہی سے واسطہ پڑا اور یہ دائرہ مسلسل وسعت پذیر رہا۔ لیکن دینی مدارس کی تعلیم ہی ان امور کو سیکھانے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے انہیں جدید علوم سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ریاست مدینہ کے آغاز سے خلافت عثمانیہ کے اختتام تک مسلمانوں کا انسانی زندگی کے سماجی معاملات سے براہ راست واسطہ رہا ہے اس کے لیے انہوں نے مختلف معلومات بھی حاصل کیں۔ آج کل دینی مدارس میں تعلیم صرف قرآنی تعلیم، سیرت اور فقہ تک ہی محدود ہے اور مسلم دور میں بھی اس دینی علم کو ایک اکائی کی حیثیت حاصل رہی ہے بلکہ قرآنی علم اور فقہ کے علم کے حصول کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے۔ امام غزالی اپنے دور کے اس رویے پر شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مسلمان علم فقہ تو حاصل کرتے ہیں حالانکہ فقہاء بکثرت موجود ہیں لیکن علم طب حاصل نہیں کرپاتے"۔[30] مذکورہ بالا تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے دینی مدارس میں بھی علم دین تو موجود ہے لیکن سائنسی علوم سے نابلد ہیں چونکہ مدارس میں اخبارات کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوتا جس کی بناء سے وہ ملکی امور سے بھی آشناء نہیں ہوتے۔ اگر اخبارات ور سائل کا انتظام بھی موجود ہے تو طلباء اس کو پڑھنا گناہ تصور کرتے ہیں (کیونکہ ذہن سازی کی جاتی ہے)۔

دینی مدارس میں اساتذہ کا طلبہ کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ نہ رکھنا

دینی مدارس میں قرآن حفظ کرنے اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ نہیں رکھا جاتا۔ اور بعض اوقات اساتذہ کے ساتھ طلبہ اور انتظامیہ کا بھی یہی رویہ ہوتا ہے۔ حفظ کرنے والے بچوں کو بعض اوقات بلاوجہ بھی سزائیں دی جاتی ہیں۔ مدرسہ میں سب کے سامنے سزا اور شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کی عزت اور کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں طلبہ کے دل میں اساتذہ کے لیے شدید غم و غصہ اور نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ اگرچہ چند استاد طلباء سے بھلائی اور حسن سلوک کا مظاہرہ بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔[31]

دینی مدارس کے دار الاقامہ (ہاسٹل) کا ماحول

دینی اور قرآنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے مسجد اور مدرسہ کی ضروریات کے لیے کوئی خاص نظام وضع نہیں کیا گیا۔ مدارس میں بنیادی سہولیات کی کمی کی وجہ سے طلبہ مدرسہ جانا پسند نہیں کرتے۔ طلبہ کی رہائش اور کھانے پینے کے ناقص انتظام کی وجہ سے طلبہ دینی مدارس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ مدارس میں پڑھنے کے لیے کوئی خاص جگہ کا اہتمام نہیں ہے بلکہ تمام طلبہ کو ایک ہی جگہ ہال میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنا پڑتی ہے جس کے باعث وہ حفظ قرآن اور دینی علوم پر مکمل توجہ نہیں دے پاتے۔ اور اسی ہال میں رات کو سونا پڑتا ہے۔ صرف ایک بلب کی روشنی سے آنکھوں میں اندھیرا ہی رہتا ہے اور نظر کمزور ہونے لگتی ہے۔[32]

Islahi, Amin Ahsan, Haqiqat-e-Deen, Anjuman Khudam al-Qur'an, Lahore, 1980, p. 127

[29] نام صیغہ راز، وفاق المدارس، وفاق السلفیہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، ملتان کے طلباء وطالبات

Name Sigha Raz, Waqaf al madaris, Wafaq al Salfia, Faisalabad, Gujranwala, Multan ky Tulba-o- Talbaat

[30] الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد (۵۰۵ھ)، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ بیروت، ج۱، ص ۲۱-۲۲

Al-Ghazali, Muhammad bin Muhammad, Abu Hamid (505 AH), Ihya Ulum al-Din, Dar al-Marifa Beirut, vol.1, pp. 21-22.

[31] انٹرویو حافظہ ز-ن، وفاق المدارس، فیصل آباد، جنوری ۲۰۲۰ء

Interview: Hafiza Z.N.Wafaq al Madaris, Faisalabad, January 2020

[32] انٹرویو حافظہ ز-ن، وفاق المدارس، فیصل آباد، جنوری ۲۰۲۰ء

دینی فہم وفراست اور صلاحیتوں میں مدارس کا تنگ معاشرتی ماحول

قرآنی و دینی تعلیم کے فروغ میں ہمارے دینی مدارس کے پاس ایسی قیادت نہیں ہے جو دین کے فہم وادراک کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں کو سمجھ سکے۔ عموماً دینی مدارس میں حفاظ طلبہ کو صرف قرآن حفظ کروادیا جاتا ہے اور مسلک میں منسلک کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ صرف کسی ایک مسلک کا ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن عالم فاضل بن کر جب وہ معاشرے میں آتا ہے تو یہاں اسے ہر قسم کے مسلک کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن مدارس میں فرقہ پرستی کے تحت اس کی فہم وادراک کی تمام صلاحیتیں دب جاتی ہیں۔

قرآنی تعلیمات اور علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مدارس کے معاشرتی ماحول میں بھی کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ مدارس کو عام معاشرے سے مربوط کرنے کے بجائے اسے ایک بند گلی یا محلے تک محدود کر دیا گیا ہے جہاں امام اہل خانہ کے ہمراہ رہتا ہے اور صرف اسی محلے کے بچے ہی وہاں پر قرآن حفظ کرنے کے لیے آتے ہیں صفائی کا بھی کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسے مدارس میں اخلاقی اور روحانی فضا کو برقرار رکھنے کے لیے اسے گردوپیش کے حالات سے بے خبر رکھا جاتا ہے لہٰذا پاکستانی معاشرے میں درست اور نادرست تبدیلیوں کا ادراک نہیں ہوتا اور اس کے اندر مثبت رد عمل کے بجائے منفی رد عمل کے امکانات زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ دینی علوم کی اشاعت کے لیے دینی مدارس میں لائبریریوں کا نظام ناگفتہ بہ ہے چند بڑے مدارس کے علاوہ اکثر مدارس میں یہ سہولت موجود نہیں اگر موجود ہے بھی تو اساتذہ اور طلبہ کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ اپنے ہی مسلک کی تائید میں کتب موجود ہوتی ہیں اگر دیگر مسالک کی کتب ہوں بھی تو وہ الگ سے الماریوں میں رکھ کے تالا لگایا ہوا ہے۔[33]

باہمی مشاورت و تحقیق کا فقدان اور شخصی ذوق کی حوصلہ شکنی

دینی مدارس میں حفاظ کرام کے اندر تحقیق وتالیف کے جذبات کو نہیں ابھارا جاتا اور نہ ہی وہاں تحقیق وتالیف کے لیے کوئی ادارہ جاتی نظام قائم ہے بلکہ یہ حفاظ کرام اور طلباء وطالبات اپنے طور پر کوئی تحقیق کرنا چاہیں تو کریں یا کچھ لکھنا چاہیں تو لکھیں لیکن دینی مدارس میں اس سے بھی طالبات کو دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور صرف اسی نصاب کو پڑھنے کی ترغیب دی جاتی ہے جو مدرسہ کی طرف سے تجویز کردہ ہوتا ہے۔ تحقیق اور اصول تحقیق کے مطالعہ کا جدید اسلوب اب بھی دینی مدارس کے طلبہ میں نمایاں نظر نہیں آتا ہے۔ مزید برآں فقہی اور مسلکی مباحث میں باہمی مناظرہ ومباحثہ کے حوالے سے افہام و تفہیم کی بجائے ایک دوسرے پر برتری کا ذوق غالب ہے اور اس کے لیے بسا اوقات طعن و تشنیع سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ تحقیق و مطالعہ کے حوالے سے مسلکی وابستگی اور شخصی عقیدت کو ترجیحات اولیت حاصل ہے، مزید یہ کہ سائنسی اور عصری علوم نہ صرف دینی مدارس کی تحقیق، تدریس اور مطالعہ سے خارج ہیں بلکہ ان کی اہمیت کا احساس بھی نہیں ہے کم و بیش یہی اعتراضات اور تحفظات مدارس سے وابستہ دیگر علماء کے بھی ہیں۔ مدارس کے مابین دیگر مسالک میں مشاورت کا فقدان، دینی مدارس قرآنی اور دینی تعلیمات کے حوالے سے تمام مسالک کے مدارس کے درمیان مشاورت کا فقدان ہے۔ مثلاً ایک مدرسہ خیر المدارس کے حفاظ کرام اور حافظات کے بارے میں اور دار العلوم کے مدارس کے حفاظ اور حافظات میں باہمی مشاورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی مختلف مدارس کے مابین مسابقات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ خیر المدارس کے مسابقات خیر المدارس کے مابین اور تنظیم المدارس کے مسابقات تنظیم المدارس میں اور اسی طرح دیگر تمام وفاق میں بھی اسی عمل کو دہرایا جاتا ہے۔ البتہ جب حکومت ان مدارس کے بارے کوئی لائحہ عمل اختیار کرتی ہے تو یہ ''اتحاد تنظیمات مدارس کے تحت متفق اور مشاورت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

عربی زبان کا صرف کتابی فہم تک محدود ہونا

جدید دینی مدارس میں مؤثر تدریسی نظام کی کمی ہے۔ حفظ قرآن کے طلبہ کو قرآن کریم محض زبانی یاد کروادیا جاتا ہے۔ لیکن ترجمہ معانی و مفہوم پر غور کی تربیت کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حفظ کے ساتھ معنیٰ کو بھی سمجھنا چاہیے کہ محض ادھورا عمل طلباء کی تخلیقی صلاحیتوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مدارس میں عربی زبان کا فہم دینی علوم کی اساس سمجھا جاتا ہے لیکن یہ زبان صرف کتاب فہمی تک محدود ہے عربی میں گفتگو یا مضمون نویسی کی صلاحیت

Interview: Hafiza Z.N.Wafaq al Madaris, Faisalabad, January 2020

[33] الھدیٰ انٹرنیشنل، آفیسرز کالونی ملتان، 2018ء (دورہ شام 3 بجے) Al Hudda International, Officers Colony Multan, 2018 (Visit 3:00 PM)

سے دینی مدارس کے طالبعلم دور حاضر میں محروم ہیں جبکہ اردو میں بھی دو تین صفحات کا مختصر مضمون لکھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔اس طرح انگریزی زبان کی تعلیم سے بھی کم واقفیت ہوتی ہے۔

حفاظ کے پاس دینی علوم وفنی تربیت کا فقدان اور سائنسی علوم سے بے اعتنائی

یہ سمجھ لینا کم فہمی کی بات ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ چونکہ قال اللہ و قال الرسول کے ذکر میں ہر دم رچے بسے رہتے ہیں اور پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اس لیے انہیں کسی خاص تربیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔دین میں تعلیم محض معلومات کی منتقلی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تصور تعلیم و تربیت سے موسوم ہے۔ لہٰذا دینی مدارس کو تربیت کے انحطاط کا مسئلہ درپیش ہے اور طلبہ کے اندر کسی منزل پر پہنچنے کی دھن کم نظر آتی ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم کے آخری دو تین برس کے دوران دینی طالب علموں کے فرار کا شمار بڑھ جاتا ہے جس کا ایک مطلب مقصدیت کے عنصر کی کمزوری کا پہلو ہے۔ غم روزگار، علم دین کی طلب کو ثانوی درجے میں لے جاتا ہے ایسے حالات میں مقصدیت اور تڑپ پیدا کرنے کے لیے قرآن وسنت ہی سے استدلال اور حرارت فراہم کی جاسکتی ہے۔اس میں طلبہ ہی قصوروار نہیں ہیں،اساتذہ کی کمزوریاں بھی ہیں۔[34]

حفاظ وحافظات صرف قرآن ہی حفظ کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کا صرف حفظ کرنے کی طرف ہی رجحان رکھا جاتا ہے صبح آٹھ سے دوپہر ایک بجے تک صرف حفظ ہی کروایا جاتا ہے جبکہ باقی علوم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔اس کے علاوہ مختلف مدارس کے درمیان صوبائی سطح پر یا تحصیل سطح پر کسی قسم کی ہم نصابی سرگرمیوں کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مدارس کے درمیان مسابقات کا آغاز کیا جائے تاکہ حفاظ طلباء وطالبات باہم ملاقات کے ذریعے ایک دوسرے سے سیکھ سکیں۔

قرآن کریم حفظ کرنے والے طلباء وطالبات کو صرف قرآن حفظ کروایا جاتا ہے صبح سے شام تک قرآن حفظ کرتے ہیں جبکہ مدارس میں سائنسی علوم سے بے اعتنائی برتی گئی ہے۔اگرچہ کچھ مدارس نے سائنسی علوم کی تدریس کا آغاز کر دیا ہے بہت سے مدارس میں میٹرک تک تعلیم تعلیمی بورڈ کے مطابق ہے اور طلباء بورڈ میں پوزیشنز بھی حاصل کرتے ہیں لیکن میٹرک کے بعد سائنسی علوم پڑھانے کا کوئی انتظام ابھی تک سامنے نہیں آیا۔[35] اللہ نے انسان کو کائنات میں موجود تمام اشیاء تسخیر کرنے کی طاقت اور علم دیا ہے لہٰذا دینی مدارس کے نصاب میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے وابستہ علوم وفنون شامل کرنا ضروری ہیں۔

جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ : ﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰﴾[36] ”کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخّر کر دیا ہے اور تمہارے لئے تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو علم وہدایت اور روشن کتاب کے بغیر بھی اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں“۔

غیر متوازن ہم نصابی سرگرمیاں

دینی مدارس میں حفظ کرنے والے طلباء وطالبات کے لیے ہم نصابی سرگرمیوں کا کوئی انعقاد نہیں کیا جاتا۔ ہم نصابی سرگرمیوں میں خطابت، کتابت و تحریر، ورزش کھیل کود اور آرٹس ہیں جبکہ دینی مدارس میں حفاظ طلباء وطالبات کے لیے ان ہم نصابی سرگرمیوں کی طرف کوئی رجحان نہیں ہے یہ چیزیں طلبہ میں مسابقت، ہمت، حوصلے اور جرات کی افزائش کے لیے اشد ضروری ہیں جبکہ مدارس کے طلباء وطالبات ان صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ اسی طرح درس قرآن وحدیث اور مجالس میں فقہی امور کا اہتمام بھی کیا جانا چاہیے جہاں طالب علم درس دے اور مجلس میں سوالوں کے جواب دے۔

گھروں میں قرآن خوانی/ قل خوانی کے لیے بھیجے جانے والے طلبہ کے حالات وواقعات

---

[34] آئینہ دارالعلوم، یکم دسمبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۳-۱۴
Aina Darul Uloom, December 1, 1994, pp. 13-14

[35] ندوی، سید سلیمان حسینی، ہمارا نظام تعلیم کیا ہو؟ مجلس نشریات اسلام کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۴۳
Nadvi, Syed Suleman Hussaini, Hamara Nizam-e-Taleem kya ho? Majlis-e-Nasharyat Islam Karachi, 2004, p.43

[36] لقمان، ۳۱: ۲۰
Al_Quran,31: 20

مدارس کے طلباء گھروں میں قرآن خوانی/ قل خوانی، چہلم، برسی، نیا مکان، نئی دکان، نئی فیکٹری، نیا آفس، آمین، عقیقہ، میلادان تقاریب میں قرآن خوانی کرنے والے حفاظ وناظرہ خواں طلبہ سے سروے اور انٹرویو کے ذریعے قرآن حکیم کی تلاوت کے بارے میں ایک سروے رپورٹ مندرجہ ذیل ہے۔ ملتان اور اس کے گردونواح سے طالبعلموں سے پوچھے گئے سوالات کے 20 فیصد درج بالا تقاریب میں ناظرہ خواں/حفاظ سیپارے پڑھ لیتے ہیں۔ جبکہ 80 فیصد طلباء نے جواب دیا کہ کچھ پڑھ لیتے ہیں اور کچھ چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ طلباء بالکل بھی نہیں پڑھتے۔ طلباء کا کہنا ہے کہ سارا دن مدرسہ میں بھی پڑھیں اور پھر گھروں میں استاد صاحب کے حکم پر ان تقاریب میں بھی جا کر تلاوت کرنے میں سستی اور تھکاوٹ آڑے آتی ہے۔ اور لوگ عموماً چھٹی والے دن ان تقاریب کا اہتمام کرتے ہیں جس کی بناء دماغی تھکاوٹ اور نفسیاتی اثرات کی وجہ سے ہم تلاوت میں جی نہیں لگاتے۔ سپارے پڑھنے کے بعد تقاریب سے جو ہدیہ ملتا ہے وہ استاد صاحب یا ناظم مدرسہ لے لیتے ہیں ہمیں شکوہ یہ بھی ہے کہ جب ہم گھروں کی تقاریب میں جاتے ہیں تو عموماً گھر والے تقریب میں مہمانوں کا گرمجوشی سے استقبال کرتے اور انہیں عزت سے نوازتے ہیں جبکہ ہمیں ایک طرف مولوی کہہ کر بٹھا دیا جاتا ہے اور سپارے ہاتھوں میں تھما دیئے جاتے ہیں اور المیہ یہ ہے کہ گھر والے یا مہمان قرآن خوانی میں بہت کم شرکت کرتے ہیں البتہ جن گھروں میں گھر والے تلاوت میں خود شامل ہو جاتے ہیں وہاں ہم بھی حوصلہ افزاء تلاوت کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔[37]

دینی مدارس کے طلبہ میں تقلید جامد

قرآن کریم حفظ کرنے والے مدارس کے طلبا وطالبات اپنے مقصد سے والہانہ محبت رکھتے ہیں اپنے کام اور علم کی دھن میں مگن دن رات طلب علم کے لیے مشغول رہتے ہیں۔ کیونکہ ان طلباء وطالبات کو دنیاوی زندگی سے کوئی زیادہ غرض نہیں رہتی اس لیے ان کا ذہن اپنے علم کو حاصل کرنے میں ہی لگا رہتا ہے اور استاد کا ہر حکم سر آنکھوں پر رکھ کر تقلید جامد کی سی زندگی گذارتا ہے۔

حفاظ قرآن اور دینی مدارس میں تعلیمی ثنویت کا رجحان

قرآن پاک حفظ کرنے والے طلباء وطالبات اور دینی مدارس میں تعلیمی ثنویت کا رجحان بہت زیادہ ہے جو دینی اور عصری اداروں کے مابین ہی تباہ کن مسئلہ ہے۔ تعلیمی ثنویت سے مراد دینی اور دنیوی تعلیم الگ الگ دیئے جانا۔ دینی تعلیم اس طرح دینا کہ دنیوی تعلیم اس کا موثر حصہ نہ ہو اور دنیوی تعلیم اس طرح دینا کہ دینی تعلیم اس کا موثر حصہ نہ بنے۔ اس طرح کے نظام تعلیم میں وحدت کمزور ہو گئی اور تعلیمی ثنویت نے افرادی ثنویت کو جنم دیا۔[38]

جدید چیلنجز کا مقابلہ

دینی مدارس میں قرآن کریم حفظ کرنے والے طلباء وطالبات کو جدید ٹیکنالوجی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ جس کے باعث جن بیرونی طاقتوں سے ہمارا مقابلہ ہے ہمارے حفاظ کرام اور عالم فضلاء اس کے تصورات، طریق کار ہتھیاروں اور دائرہ کار سے نہ آشنا ہوتے ہیں دینی مدارس میں اس سے آگاہی کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے حالانکہ ہمارے سامنے اسلام کی یہ عظیم روایت موجود ہے کہ جب ہمارے معاشرے میں یونانی فلسفے نے فروغ حاصل کیا اور ہمارے عقائد کو متاثر کرنا شروع کیا تو ہمارے اکابرین مثلاً امام ابوالحسن اشعریؒ، امام ابو منصور ماتریدیؒ، امام غزالیؒ، ابن رشدؒ نے یونانی فلسفے پر عبور بلکہ برتری حاصل کی تھی۔ اس لیے ضروری ہے کہ دینی مدارس میں تحقیق وتخصیص پر زور دیا جائے۔ جب ہم تحقیق میں سب سے آگے تھے تو دنیا میں ہمارا سکہ چلتا تھا آج ہم تحقیق کے میدان میں پیچھے رہے تو ہر لحاظ سے پیچھے رہ گئے۔[39]

---

[37] انٹرویو طالب علم جتوئی، مظفر گڑھ، ملتان، شجاع آباد (مدارس اور طلباء کے نام صیغہ راز)

Interview: Students of Jatoi, Muzaffargarh, Multan, Shujaabad (Names of Schools and Students Saygha Raz)

[38] محمد امین، ڈاکٹر، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ادارہ مطبوعہ طلبہ، 1۔اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۱۱۔۱۲۷

M. Amin, Dr., Hamara Taleemi Buhran aur Is ka Hall, idara Matbuha Tulbah, 1.A Zaildar Park, Achra, Lahore. 2010, S 111-128

[39] دینی مدارس کا نصاب ونظام، ص ۳۰۶، محمد امین ڈاکٹر، پاکستان کا دینی نظام تعلیم محدث (ماہنامہ)، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور، فروری ۲۰۰۲ء، ص ۴۱۔۴۲

Deeni Madaris ka Nisab-o-Nizam, P. 304, Muhammad Amin, Dr., Pakistan ka Deeni Nizam-e-Taleem, Mohdis (Mahnama) Majlis al-Tahqiq al-Islami, Lahore, February 2002, p. 41-42

نابینااور ذہنی طور پر پسماندہ طلبہ کا حفظ کی طرف رجحان

طلباء و طالبات جو قرآن کریم حفظ کرتے ہیں ان میں کچھ نابینا اور ذہنی طور پر پسماندہ ہوتے ہیں ان طلبہ کو قرآنی کمپیوٹر بنا کر لوگوں کی تحسین و داد موصول کرنے کے لیے سوشل میڈیا پر ان طلبہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ان طلباء کی بینائی پہلے ہی کمزور ہوتی ہے یا نیم نابینا ہوتے ہیں۔اس طرح استاد اور مدرسہ کا نام تو روشن ہوتا ہی ہے لیکن ایسے بچوں کا مستقبل تقریباً تاریک ہو کر رہ جاتا ہے وہ معاشرے کے لیے فائدہ مند ثابت ہونے کے بجائے بوجھ تصور کیے جاتے ہیں۔ جس سے ان کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ کراچی کے ARY چینل پر نابینا طلبہ کو قرآنی کمپیوٹر بنا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے[40] اور لوگ ان سے سوالات کرتے ہیں اور وہ بچے انہیں ہر آیت کا نمبر، رکوع، پارہ کی نشاندہی کر کے بتاتے ہیں۔ جبکہ یہ طلباء جسمانی طور پر بھی کمزور نظر آرہے تھے۔ایسے طلباء کو قرآنی کمپیوٹر کی طرز پر حفظ کرنے پر زور دینے سے گریز کرنا چاہیے، عموماً ایسے طلبہ پر والدین اور اساتذہ کی طرف سے دباؤ ہوتا ہے کہ انہیں قرآنی کمپیوٹر بنانا ہی ہے۔ جس سے وہ ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس طریقہ حفظ سے فرار کی راہیں تلاش کرنے لگے جاتے ہیں۔ ہاں ذہن و فطین بچوں کو قرآن حفظ کرنے کی رغبت ضرور دلائی جائے مجبور نہ کیا جائے۔

مدارس سے فارغ التحصیل طلباء/طالبات کا مستقبل

تاریخ اسلام میں مدارس کی یہ روایت رہی ہے کہ علوم دینیہ کے ساتھ فن اور ہنر کی تعلیم بھی دی جاتی تھی تا کہ طلبہ عملی زندگی میں آزادانہ معاش کا انتظام کر سکیں۔ لیکن موجودہ دور میں اس حوالے سے خاصی غفلت نظر آتی ہے۔ایک صدر معلمہ نے بتایا کہ انہوں نے عام گھر داری کے مثلاً کچھ کھانے بنانا اور ابتدائی سلائی کے کچھ اسباق ٹائم ٹیبل بنا رکھے ہیں۔ مگر سکھانے کا وقت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایک طالبہ چار سال اقامتی ادارے میں گزارتی ہے جہاں سالانہ چھٹیاں بھی مختصر ہوں اور یہاں وہ بنیادی گھر داری بھی بمشکل سیکھ پائے تو مستقبل کی گھریلو زندگی یا اگر معاشی ضروریات آن پڑیں تو ان تقاضوں کو کس طرح نبھا سکیں گی۔اس سوال کے جواب میں 95 فیصد جواب ملا کہ وہ اپنے مدارس بنا لیتی ہیں۔ محدود مشاہرے پر یا رضاکارانہ طور پر کسی مدرسے یا تدریس سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔

علمی تحقیق و جستجو کے جذبات کا فقدان

مدارس کے طلباء و طالبات میں عموماً علمی تحقیق و جستجو اور آگے بڑھنے کے جذبات کمزور ہوتے ہیں کیونکہ مدارس میں کوئی مقالہ نہیں لکھا جاتا اور نہ ہی ان کے نصاب میں مقالہ کا کوئی آپشن ہوتا ہے مگر اب دینی وفاق کے بنیادی اداروں میں مقالہ جات کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔استاد کی ہر بات سن کر اس پر عمل کرنا ان کی زندگی کا مشن ہوتا ہے جبکہ دیگر اداروں میں طلباء و طالبات کلاس کے دوران اپنے اساتذہ کرام سے سوال اور تحقیق بھی کرتے ہیں۔

- حفاظ کرام اور حافظات جو دینی مدارس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں تازگی، قوت عمل اور بلند ہمتی بھی مفقود ہوتی ہے یا کم از کم کمزور ہوتی ہے جو عصری اداروں کے طلباء و طالبات میں نہیں پائی جاتی۔
- حفاظ کرام اور حافظات میں عدم برداشت کا جذبہ غالب ہوتا ہے ان کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی سختی آجاتی ہے وہ صرف اپنے کو نیک جبکہ باقی معاشرے کے افراد کو درست نہیں سمجھتے۔ مسلک اور فرقہ واریت کی فضاء ان کی نسلوں تک منتقل ہوتی ہے۔ مسلک کے بارے میں کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔
- دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے حفاظ طلباء و طالبات کے نصاب میں تقابل ادیان کا کوئی مضمون شامل نہیں ہوتا۔ طلباء و طالبات کو سوائے اپنے دین کے بارے میں معلومات کے کسی دوسرے مذہب کے بارے میں آگاہی نہیں دی جاتی لہٰذا دین اسلام کو دوسرے مذاہب پر وہ تب ہی فوقیت دے سکتے ہیں جب وہ دوسرے مذاہب کو بھی پڑھیں گے۔[41]

---

[40] ARY چینل کراچی، رمضان پروگرام، میزبان لیاقت، ۲۰۱۷ء

ARY Channel Karachi, Ramadan Program, Host Liaqat, 2017

[41] ریٹائرڈ مہتممہ حفصہ بانو، انٹرویو ملاقات ۲۴ مارچ ۲۰۱۹ء رہائش گاہ ملتان

Interview: Retired Mahtamma Hafsa Bano, 24 March 2019, Multan

- دینی مدارس میں قرآن حفظ کرنے والے طلباء وطالبات اور اساتذہ کے لیے تربیت کا کوئی نظام موجود نہیں ہوتا۔ مدارس کے اساتذہ میں جو طالبعلم استاد کے زیادہ قریب ہوتا ہے اسی سوچ کو وہ بھی اپنالیتا ہے۔ مدارس میں اساتذہ کے ذہنی رجحانات مختلف ہوتے ہیں۔ دو دو چار چار طلبہ ان میں ہر کسی کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اس طرح فکر تربیت تو ہوتی ہے لیکن اس فکر میں اجتماعیت نہیں ہوتی۔[42]

طلبہ وطلبات میں گروہ بندی وباہمی تعاون اور ضمنی اثرات کے اسباب

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ وسائل کی کمی کے باعث متعدد مدارس، انتظامیہ اور اساتذہ ایک نوع کی چپقلش اور بعض اوقات گروہ بندی کا شکار ہو جاتے ہیں چونکہ حفاظ طلباء وطالبات اپنے اساتذہ کرام کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسی صورتحال میں اساتذہ کے کسی بھی گروہ کے طلبہ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا تباہ کن ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات اس قسم کی افراط و تفریط بھی کچھ لوگوں کو حکمت سے عاری بنادیتی ہے۔ عام اداروں کی نسبت دینی مدارس میں ایسے امکانات اس لیے بھی زیادہ ہوتے ہیں کہ وہاں طلباء وطالبات دارالاقامہ میں آٹھ آٹھ سال تک قیام پذیر رہتے ہیں۔ اس لیے مدارس کے طلبہ پر اساتذہ کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔

قرآن حفظ کرنے والے طلبہ کے درمیان باہمی تعاون کی جگہ بے اعتمادی نے لے لی ہے۔ امانت داری اور سچائی کی کمی ہو گئی ہے۔ مشکلات کا ایک حصہ داخلی نوعیت کا ہے جس کی وجہ سے حفاظ طلبہ کی درس تدریس کا کام متاثر ہو رہا ہے۔ انتظامیہ، مدرسین اور حفاظ طلبہ کے باہمی تعلقات استوار نہیں ہوتے کہ تعلیم وتربیت کے مقصد کو حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ بعض اوقات یہ تینوں طبقے ایسے اعمال کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں جن سے قرآن وسنت کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے۔[43] چار بنیادی اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے قرآن حفظ کرنے والے طلبہ و طالبات اور معاشرے میں اختلاف جنم لیتے ہیں۔ ا۔ انا پرستی، ۲۔ تعصب، ۳۔ جہالت، ۴۔ شرعی اسلوب میں اختلاف کے خاتمے کا فقدان۔

ا۔ **انا پرستی:** دینی مدارس میں حفظ کرنے والے طلبہ و طالبات اور اساتذہ عالم وفاضل حضرات میں انا پرستی بہت عام ہے یہ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو عقل و خرد سے دور جہالت اور گمراہی میں مبتلا کر دیتی ہے اور مختلف مسالک کے آپس میں اختلاف کا سبب بھی یہی انانیت ہے جس کے نتیجے میں آج کے معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے میں امن کا فقدان ہو جاتا ہے۔

۲۔ **تعصب:** حفظ کرنے والے طلباء وطالبات کے درمیان تعصب بھی ان میں اختلاف کا سبب بنتے ہیں عموماً جو طالب علم استاد کے زیادہ قریب ہوتا ہے یا وہ ذہین ہوتا ہے اور قرآن کو جلدی حفظ کرلیتا ہے تو کچھ طلباء اس سے تعصب کرنے لگ جاتے ہیں۔ مزید برآں آج ہمارے دینی مدارس، مسالک کی بناء پر ایک دوسرے سے تعصب کرتے ہیں جس کی بناء مختلف تنازعات اور جھگڑے جنم لیتے ہیں۔

۳۔ **جہالت:** دینی مدارس سے قرآن حفظ کرنے کے بعد کچھ حفاظ نیم مُلّا بن جاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس دینی علوم سے متعلق کوئی موثر علم نہیں ہوتا۔ یہ جہالت کی تاریکیوں کو پھیلانے اور علم و تحقیق کی روشنی کو مٹانے کے درپے ہوتے ہیں تنظیموں سے لے کر مدارس و مکاتب کی ذمہ داریوں تک اور امت کے نزاعی مسائل سے لے کر امن کمیٹیوں تک زیادہ تر جہلا اور مفاد پرست لوگوں کا قبضہ ہے۔ جو جہالت اور جاہلیت کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی میں مشغول ہیں۔

۴۔ **شرعی اسلوب میں خاتمے کا فقدان:** حفاظ کرام اور مختلف مسالک کے درمیان اختلاف کا ایک سبب آج کے دور میں پیدا ہونے والے اختلافات کو ختم نہیں کیا جانا۔ اگر آج حفاظ کرام، عالم حضرات اور مختلف مسالک کے درمیان اختلافات رونما ہوتے ہیں تو انہیں قرآن سنت کی روشنی میں حل کرنے کی بجائے مزید ہوا دی جاتی ہے۔ آج ملت اسلامیہ کے اندر جتنے بھی اختلافات رونما ہوئے ہیں ان تمام کا بھی یہی حال ہے، کسی کو کرسی سے

---

[42] ملخص از دینی مدارس کا نصاب ونظام، ص ۳۱۳۔۳۱۴

Mulkhas az Deeni Madaris ka Nisaab-o-Taleem, pp. 313-314

[43] سلیم، منصور خالد، دینی مدارس میں تعلیم، ص ۲۹۱

Salim Mansor Khalid, Deeni Madaris main Taleem, p.291

پیار ہے تو کسی کو اپنے مسلک سے جذباتی لگاؤ، کسی کو خاندان سے محبت ہوتی ہے تو کسی کو اپنی زبان اور برادری سے۔ چنانچہ جہالت سے نکل کر حقائق اور علم کی بدولت ان اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

حاصل کلام

انسانیت اور دینی تعلیم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان کو تخلیق کرنے کی وجہ ہی دینی تعلیم اور امور سے آگہی حاصل کرنا تھا۔ دینی تعلیم کی بنیاد پر ہی وہ معاشرتی نظم وضبط کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل قرار پایا ہے کیونکہ انسانی معاشرے کی بقا اور ترقی کا تعلق فروغ علم سے ہی رہا ہے۔ للہذا اسلام کا تصور ہی دینی تعلیم سے منسلک ہے کیونکہ انسان کی تخلیق کا آغاز علم سے ہوا تھا اور آغاز وحی کا بنیادی مضمون ہی قرأت وخواندگی، تعلیم بالقلم اور نامعلوم کو جاننے کی جستجو ہے۔ دینی تعلیم کا تعلق انسان کی ذہنی نشوونما سے ہے اس ذہنی نشوونما سے اس کے خیالات کو ترقی ملتی ہے۔ قرآنی تعلیم کے فروغ کے حوالے سے دینی مدارس کا کردار قابل ستائش ہے۔ قرآن کا اعجاز ضبط صدر آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح قرآن کا ضبط صدر عہد نبوی ﷺ میں محفوظ کیا جاتا رہا تھا۔ قرآن کریم کو محفوظ کرنے کے لیے مدارس کے علاوہ کوئی دوسرا ادارہ حفظ میں وہ حیثیت نہیں رکھتا جو مدرسہ کا مقام ہے۔ وہ مدرسہ خواہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہو۔ تلقی بالمشافہ حفظ کا شعبہ آج بھی جاری وساری ہے یعنی استاد شاگرد روبرو بیٹھ کر قرآن کریم کو حفظ کرتے کرواتے ہیں۔ قرآنی تعلیم میں حفظ کا شعبہ تمام شعبوں سے موثر اور تعداد میں بھی سب سے زیادہ طلبہ اسی شعبہ میں پائے جاتے ہیں۔ مدارس کی قرآنی تعلیم سے ملک میں خواندگی اور تعلیم کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ کمزور طبقات کے بچوں کے لیے بنیادی ضروریات، قرآنی تعلیم اور دینی تعلیم کی محنت پر مدارس کی عظمت کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ آج بھی مسلمان خواہ اعلیٰ طبقہ سے ہو یا کمزور، سب قرآن کے ضبط صدر کو وہی حیثیت دیتے ہیں جو آج سے صدیوں پہلے صدر اول کے دور میں تھی۔ قرآنی تعلیم پاکستانی معاشرے میں تاحال مسلک کے مطابق ہی دی جارہی ہے۔ کیونکہ مدارس کی رجسٹریشن حکومت پاکستان ان کے مسلک کے مطابق کرتی ہے۔ للہذا حکومت اور سنجیدہ علماء کی رائے سے طے ہونا چاہیے کہ تمام مدارس دینی تعلیم کا کام سرانجام دیتے رہیں۔ مگر مسلک کی بنیاد اور مدرسہ کی مسلکی رجسٹریشن کو ختم کردیا جائے۔ تاکہ مسلک سے پیدا ہونے والے فرقہ واریت تعصب اور دیگر ضمنی اثرات کی جڑ ختم ہوسکے۔

الغرض نتیجہ یہ کہ آج کل کے دینی مدارس میں نہ تو طلبہ کو وظائف دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی اساتذہ کی تنخواہیں مقرر ہیں اور اگر تنخواہیں مقرر کی بھی گئی ہیں تو عصری ضروریات کو پورا نہیں کر پارہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا استاد فکر معاش میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ گویا کہ دین کی حفاظت کے لیے کسی بھی شخص کو مدارس کا ناظم مقرر کرنے سے پہلے اس کی صفات کو دیکھا جاتا تھا۔ لیکن آج کے دینی مدارس میں ایسا کوئی انتظام نہیں جس کا دل چاہتا ہے اپنا الگ مدرسہ بنالیتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)